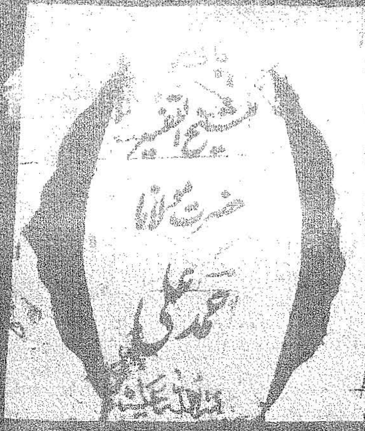
ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان



مُلّا اِزم

"میں سی۔ آئی۔ ڈی سے کہتا ہوں کہ پبلک کی آواز حکومت تک پہنچا دیں۔ وہ خود بھی مجرم ہوں گے۔ یہ پولیس، وزراء اور حکام پبلک کے خادم اور اس کے ملازم ہیں۔ جب وہ پاکستان کے مسلمانوں کا مال کھاتے ہیں۔ تو پھر انہیں مسلمانوں کے مطالبہ کو بھی پورا کرنا چاہیے۔ ورنہ قیامت کے دن چھٹکارا مشکل ہے۔

میں جو کچھ کہتا ہوں تمہاری بھلائی کے لیے کہتا ہوں۔ خدا سے ڈرو اور قبر میں جانے سے پہلے خدا سے اپنا معاملہ ٹھیک کر لو۔ تم کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ ہم مُلّا ازم قائم نہ ہونے دیں گے۔ یہ مُلّا ازم کیا چیز ہے۔؟ مُلّا تو یہ کہتا ہے کہ پاکستان کا قانون قرآن اور شریعت اسلامیہ کے سوا اور کوئی نہ ہو۔

(شیخ التفسیر حضرت لاہوری رح)

۱۸ مارچ ۷۷ء

۲۸ ربیع الاول ۹۷ھ

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قبر میں نماز کا خیال

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مُثِّلَتْ لَهُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ وَيَقُولُ دَعُونِي أُصَلِّي۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وقت مردہ قبر میں داخل کیا جاتا ہے اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے نزدیک ہے۔ پس وہ بیٹھتا ہے اپنی آنکھیں ملتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دیں میں نماز پڑھ لوں۔

(باب اثبات عذاب القبر، الفصل الثالث: مشکوٰۃ)

یہاں میت (مردہ) سے مراد مومن ہے۔ یعنی اس حدیث میں ایک مومن کی قبر کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ ایک مومن جب قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے جیسے سورج غروب ہونے کے قریب ہے اور عصر کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ پھر وہ ان فرشتوں سے کہتا ہے جو کہ قبر میں اس سے سوال کرنے کے لیے آتے ہیں کہ پیشتر اس کے کہ تم مجھ سے سوال کرو مجھے نماز پڑھ لینے دو۔ یا سوال جواب ہونے کے بعد وہ یہ خیال کرتا ہے جیسے وہ اپنے گھر والوں میں بیٹھا ہوا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ ابھی دنیا ہی میں ہے بس تھوڑی دیر کے لیے سویا تھا کہ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دیکھا کہ نماز کا وقت ہو رہا ہے۔

ایک مومن کا قبر میں فرشتوں سے یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص دنیا میں پکا نمازی رہا ہے۔ اور کبھی نماز ترک نہیں کرتا تھی اسے قبر میں بھی نماز کا پڑھنا یاد آیا۔

یہاں غروب شمس کے قریب کا وقت خاص طور پر اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ وقت عام طور پر نمازوں کے لیے مناسب حال ہوتا ہے۔ مردہ بھی اسی قسم کا مسافر ہوتا ہے اور قبر میں تنہا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ یہی تصور کرتا ہے کہ وہ سفر میں ہے اور مغرب کا وقت قریب ہے۔

اس حدیث سے ایک مومن کی نشان نمایاں ہے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ اپنے رب کی یاد اسے بھولنے نہیں پاتی۔ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم دل و دماغ سے اوجھل نہیں ہوتا۔ نماز کی محبت دل سے غائب نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ جہاں بھی ہوں جس حالت میں بھی ہو۔ ارکان دین کو پورا کرتا ہے اور دیکھنے والوں کو ثابت کر دکھاتا ہے کہ وہ اللہ کا سچا عابد ہے اور اسے کسی حال میں نہیں بھولتا۔

آج ہمارے کئی بھائی نماز کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے ان کے نزدیک یہ چنداں ضروری فریضہ نہیں ہے۔ ان کے نزدیک نماز محض ایک معمولی کام ہے گویا اس کی زمانہ حال میں کوئی حیثیت باقی نہیں رہی۔ ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ کا خوف کھانا چاہیے ایسی باتیں منہ سے نہ نکالنا چاہیئے۔ بلکہ نماز کو مضبوطی سے پکڑ کہ جنت کا مستحق بننا چاہیے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں باقاعدہ

نماز پڑھنے کی توفیق

عطا فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد نمبر ۲۲ — شمارہ نمبر ۴۲/۴۳

جاری کردہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر

محمد سعید الرحمٰن علوی

ادارہ تحریر

مولانا محمد اجمل

زاہد الراشدی

صالح محمد صفدری

بدل اشتراک

سالانہ ۴۰.۰۰

ششماہی ۲۰.۰۰

سہ ماہی .۰۰

فی پرچہ ایک روپیہ

!

ان بے گناہ روحوں کے نام

جو انتخابی دور میں

حکمران پارٹی کے ظلم کا نشانہ

بن گئیں

اللہ تعالےٰ ان شہداء کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے

اور

ظالم اپنے کئے کی سزا بھگتیں!

اپنے انجام کا خیال رکھو اور احکام شریعت کو محکم پکڑو

(محمد شفیع عمرالدین میرپور خاص سندھ)

۵: ہے زندگی تو اُسی کی جو مر مٹا دین پر
وہی ہے کام کا اسلام کے جو کام آیا (جوہر)

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:

وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَہٰی ۔ (النجم آیت ۴۲)

ترجمہ: اور یہ کہ سب کو آپ کے رب ہی کی طرف پہنچنا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ:

ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ پھر ہمارے ہی پاس آؤ گے۔ (العنکبوت آیت ۵۷)

لہٰذا ایک دن قیامت آئے گی۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور میں سب کی حاضری ہوگی۔ اور اعمال کا حساب ہوگا۔ اور ہم نے ہر آدمی کا اعمال نامہ اس کی گردن کے ساتھ لگا دیا ہے۔ اور قیامت کے دن اس کا نامۂ اعمال نکال کر سامنے کر دیں گے۔ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے۔ آج اپنا حساب لینے کے لئے تو ہی کافی ہے۔

(بنی اسرائیل آیت - ۱۴)

اور اس دن اعمال تولے جائیں گے:

اور واقعی اس دن وزن بھی ہوگا۔ پھر جس کا پلہ بھاری ہوگا۔ سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کیا۔ اس لئے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ (الاعراف آیت ۸-۹)

اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ نیکوکار جنت میں جائیں گے اور بدکاروں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا:

[illegible] جنت میں ہوگی۔ اور ایک جماعت دوزخ میں ہوگی۔ (الشوریٰ آیت - ۷)

لہٰذا:- ہر شخص کو دیکھنا چاہئیے، کہ اس نے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے؟ اور اللہ سے ڈرو، کیونکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (الحشر آیت ۱۸)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے قبیلہ اود کو ایک پُر معنی، جامع اور مختصر ترین خطاب فرمایا تھا کہ:

یا بنی اود! انی رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیکم۔ تعلمون ان المعاد الی اللہ الی الجنۃ والی النار۔ (تفسیر النجم آیت ۴۲ - از ابن کثیرؒ)

ترجمہ:- اے بنی اود! میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد تمہاری طرف آیا ہوں، تاکہ تم کو سکھاؤں کہ تمہیں مر کر اللہ تعالےٰ کی طرف لوٹنا ہے، پھر اعمال کے حساب کے بعد جنت میں جاؤ گے یا دوزخ میں۔

اس پیغام میں ہمارے لئے بہت بڑا سبق ہے، مگر مقام افسوس ہے کہ ہم غفلت سے بیدار ہو کر آخرت کی تیاری نہیں کرتے۔

چرا ز حال قیامت دمے نیندیشی
کہ حالِ بے خبراں سخت زار خواہد بود (سعدیؒ)

یعنی تو ایک دم کے لئے قیامت کے حال کا اندیشہ کیوں کرتا۔ جو لوگ اس سے غافل ہیں۔ اور اس دن کے لئے تیاری نہیں کرتے ان کا حال بہت برا ہوگا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: افسوس کہ جو چیز فانی زندگی میں مطلوب

(باقی ۶ پر)



صراط مستقیم سے انحراف

تباہ ہونے کے مترادف ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ !

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ، بسم اللہ الرحمن الرحیم :-

اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ -

یہ آیت کریمہ سورہ انعام کی ۱۶۹ ویں آیت ہے جس کا ترجمہ ہے :-

"یہ میری سیدھی راہ ہے پس اس کی تم پیروی کرو اور متفرق راستوں پر مت چلو ، پس (یہ طرز عمل) تمہیں سیدھی راہ سے ہٹا دے گا اس کی اللہ تعالےٰ تمہیں وصیت کرتے ہیں تاکہ تم متقی ہو جاؤ"

گویا اللہ تعالےٰ نے صراط مستقیم اپنانے اور اس پر چلنے کا حکم فرمایا - اور فرمایا ایسا کرو گے تو متقی ہو جاؤ گے یاد رکھیں "لعل" کا معنی عام حالات میں "شاید" ہے لیکن اس کی نسبت جب خدا ، رسول ، قرآن کی طرف ہو تو معنی "یقین" میں بدل جاتا ہے گویا معنی ہو گا کہ اس پر چلو تو یقیناً متقی ہو جاؤ گے -

قرآن کریم نے اپنی ابتدائی سورہ "فاتحہ" میں ہر مسلمان کو "صراط مستقیم" کے طلب کی دعا سکھائی - اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ "اے اللہ ! ہمیں سیدھی راہ دکھلا" اور "صراط مستقیم" کی تعریف اس کے ساتھ متصل یہ فرمائی صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ - یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا" - وہ انعام یافتہ کون ہیں ؟ اس کا جواب بھی قرآن عزیز نے سورۂ نساء میں دیا ہے - یعنی نبی ، صدیق ، شہید ، صالح - یہ چار طبقے ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا - فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۔ گویا اللہ تعالےٰ نے صراط مستقیم پر چلنے کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ اس کی وضاحت بھی فرما دی کہ وہ کون سی راہ ہے -

پاکستان کا وہ حصہ جو آج بنگلہ دیش کے نام سے موسوم ہے - اس میں انقلاب اور جوابی انقلاب کی جو صورت حال ہے اور جس طرح انسانی خون بے دریغ طریق سے بہہ رہا ہے ، عزتیں لٹ رہی ہیں - یہ سب کچھ پڑھ رہے ہیں سن رہے ہیں اور پریشانی کا ایک عالم ہے اور اس کے ساتھ اس حصہ میں جو صورت حال ہے وہ بھی آپ لوگوں کے سامنے ہے - لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے ؟ اگر بہ حیثیت مسلمان سوچا جائے تو بات بالکل واضح ہے یعنی یہ کہ وہی صراط مستقیم جس کو مانگنے کی دعا اللہ تعالیٰ نے خود سکھلائی اور جس کی اتباع و تابعداری کا اللہ نے حکم دیا ہے ؟ اس سے انحراف اور گریز ہماری تباہی و بربادی کا باعث بنا ہوا ہے -

اللہ تعالےٰ کا ایک واضح فیصلہ ہے ، سنت الہیٰ ہے جس پر واقعاتی شہادتوں سے قرآن بھرا پڑا ہے - قرآن کا فیصلہ ہے کہ جب کسی قوم نے کجروی اور بے عملی اختیار کی قوانین الہٰی کو ٹھکرایا تو خدا نے اس قسم کی قوموں کو زیر و زبر

کر دیا۔ سکون و اطمینان کی دولت سے محروم کر دیا۔ آپس کی رقابتیں، جنگ و جدل اور باہمی چپقلش نے پوری قوم کو بلا کر رکھ دیا۔ یہ ایک ایسی صورت ہے جو کبھی نہ تبدیل ہوئی اور نہ ہو سکتی تھی کیونکہ خدا کا ارشاد لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا۔ اس قرآنی کسوٹی کے مطابق ذرا اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں۔

میں نے پہلے بھی کئی بار عرض کیا کہ اس برصغیر کو اللہ تعالےٰ نے بڑی عظمتوں سے نوازا۔ حتیٰ کہ "ہبوطِ آدم" یعنی آدم علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا ہوا تو اسی برصغیر کی سرزمین کو آپ کے قدوم میمنت لزوم سے نوازا گیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم علیہ السلام کا مبارک زمانہ آیا تو یہاں کی سرزمین پر آپ کے ساتھی یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں ہی یہ سرزمین اہلِ حق کی تشریف آوری سے بہرہ ور ہو چکی تھی۔ اس کے بعد اس سرزمین پر ہمیشہ اہلِ حق موجود رہے۔ اور ایک طویل عرصہ تک یہاں ملتِ اسلامیہ اختیار و اقتدار کی بھی مالک رہی۔ باوجودیکہ یہاں مسلمان کبھی اکثریت میں نہ تھے ہمیشہ ہی اقلیت میں تھے۔ لیکن ایمانی قوت، دینی غیرت، اخلاقی برتری، فرائض دینیہ میں انہماک جیسی اعلیٰ صفات کے پیشِ نظر قدرت کی اعانت و نصرت ان کے ہمراہ تھی اور ہر طرف ان کا طوطی بولتا تھا۔ لیکن جونہی اخلاق و کردار رُو بہ تنزل ہوئے، روحانیت کی جگہ مادیت نے ڈیرا جما لیا تو اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ کے قرآنی قانون کا لاگو ہونا ضروری تھا۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک تبدیل نہیں فرماتے جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدل لے۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور شعر بھی ہے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا!

یعنی جب قوم اجتماعی طور پر ایک رُخ اپنا لیتی ہے تو پھر اللہ تعالےٰ بھی اس کو اسی طرف کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔ اس اصولِ ربانی کو سامنے رکھیں اور پھر سوچیں کہ جب ہم بڑے طمطراق اور کروفر سے یہاں حکومت کر

تھے، ہماری کھیتیاں لہلہا رہی تھیں، دولت کی ریل پیل تھی مدارس اور یونیورسٹیوں سے ملک بھرا پڑا تھا تو پھر اچانک بربادی کا انقلاب کیوں آیا؟ ظاہر ہے کہ اس انقلاب کا سبب ہماری اجتماعی بے راہ روی تھی۔ اس بے راہروی نے ہمیں غلام بنایا۔ ہم افلاس، جہالت، ناداری غربت، آپس کی لڑائی جھگڑوں اور نہ معلوم کن کن مصائب کا شکار ہو گئے۔ پھر قدرت نے ایک طبقہ پیدا کیا جس نے حالات کا رُخ موڑنے کی کوشش کی۔ یہ وہی طبقہ تھا جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تا قیامِ قیامت حق کی خدمت کرنے والے برابر موجود رہیں گے۔ اسی طبقہ کے سرخیل حضرت مجدد الف ثانیؒ تھے۔ اسی میں شاہ ولی اللہؒ اور ان کی اولاد تھی، سید احمد شہید تھے، شاہ اسمٰعیل شہید تھے، پھر اکابرینِ دیوبند تھے، مجاہدینِ حریت تھے جنہوں

بقیہ: اپنے انجام کا خیال رکھو

ہے اسے انسان حاصل نہ کرے۔ اور دوسرے لایعنی امور میں مصروف رہے .... ایسا شخص کل قیامت کے دن کس طرح زبانِ عذر کھول سکے گا؟

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند
تا دامنِ قیامت ایں غم بما ماند

مجھے ڈر ہے کہ جب قیامت کے دن مجھے حساب و کتاب کا غم دامن گیر ہوگا تو میرے یار دوست اس وقت مجھے پہچاننے والے نہ ہوں گے۔ ہر ایک کو اپنی فکر دامنگیر ہوگی" (از مکتوب ۶ - دفتر اول)

نیز آپ ہی کا قول ہے کہ: دوبارہ دنیا میں آنا نہیں

جو کوئی اس جہاں میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں
بھی اندھا ہوگا۔ اور راستہ سے بہت دور
ہٹا ہوا ہے" (بنی اسرائیل آیت - ۷۲)"

الغرض کام کرنا چاہیئے۔ باتیں کہنے سننے سے کوئی راستہ نہیں کھلتا۔ (از مکتوب ۹۹ - جلد دوم)

آپ کی یہ ہدایت بھی یاد رہے کہ: "قرآن مجید اور احادیث نبویہؐ سب کے سب ادائیگیٔ احکامِ شرعیہ کی دعوت دیتے ہیں۔ صراطِ مستقیم یہی ہے اس کے علاوہ سب راستے شیطانی ہیں" (از مکتوب ۱۵ جلد سوم)

ظہیر احمد شائق

سیرتِ اقدس محسنِ اعظم

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

ایک نفسیاتی مطالعہ

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

(اللہ نے فرمایا: اے رسولؐ! ہم نے آپ کو تمام عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

ظہورِ رحمت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاوّل (۲۰ اپریل ۵۷۱ء) پیر کے دن عرب دیس کے شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔ قریش کا خاندان عرب بھر میں ممتاز تھا۔ اس میں بہت سے قبیلے تھے۔ جن میں بنو ہاشم شرافت و نجابت میں مانے ہوئے تھے اور اللہ کی سب سے زیادہ عزت والی مسجد بیت اللہ کے خدمت گزاروں میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ حضرت ہاشم اس قبیلے کے سردار تھے۔ آپؐ کے دادا صاحب کا نام عبدالمطلب اور والد صاحب کا نام عبداللہؓ تھا۔ حضرت ہاشم آپ کے پردادا تھے۔ والدہ صاحبہ کا نام آمنہؓ بنت وہب تھا۔ جو مدینہ کی رہنے والی اور بنو ہاشم کے قدیم رشتہ دار قبیلے سے تھیں۔ حضرت عبداللہؓ آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ آپؐ نے یتیمی اور غریبی میں آنکھ کھولی۔ اس طرح اللہ پاک نے دنیا بھر کے یتیموں، بے کسوں اور غریبوں کو خوشخبری دی کہ کائنات کا محسن اعظمؐ ان ہی لوگوں میں سے چنا گیا ہے۔ یہ لوگ سوچیں کہ یتیمی اور غریبی عیب نہیں ہے ہاں اللہ کا فرمانبردار رہتے ہوئے بلند عزائم، امانت و دیانت اور جد و جہد کی زندگی بسر کی جائے۔

رضاعت آپؐ کو چند روز تک آپؐ کی والدہ نے دودھ پلایا۔ پھر کچھ دن ایک دائی ثوبیہؓ نے دودھ پلایا۔ عرب کے دستور کے مطابق دیہات کی انائیں دودھ پینے بچوں کو اپنے گھر لے جاتیں اور رضاعت (دودھ پلانے) کی مدت کے بعد انعام و اکرام پاتی تھیں۔ آپؐ کی پیدائش کے مہینے میں کئی بچے مکہ میں پیدا ہوئے آس پاس کے دیہات سے انائیں آئیں اور امیر ماں باپ کے بچوں کو لینے لگیں۔ وہ آپؐ کو یتیم اور غریب پا کر کترا گئیں۔ دنیا داروں کی نظریں مال و دولت پر جاتی ہیں۔ یہی ان کا معیار ہے۔ لیکن سب ایک جیسے نہیں ہوتے۔ سمجھ دار انسانوں کی نظروں میں شرافت سب کچھ ہے۔ ایک انا حلیمہؓ آپؐ کو لے گئی۔ وہ سب سے پیچھے آئی۔ اس کی اونٹنی کمزور تھی۔ آہستہ چلتی تھی۔ مگر جب سب انائیں روانہ ہوئیں تو حلیمہؓ کی اونٹنی سب سے آگے تھی۔ اللہ پاک نے حلیمہؓ اس کی اونٹنی اور اس کے گھر کو برکت بخشی۔ یہ برکت آپؐ کی وجہ سے خاص اور نمایاں تھی۔ مگر دیکھو ہر یتیم کی پرورش میں برکت ہے۔ یتیم کے سر سے باپ کا سایہ اٹھتا ہے تو وہ خالقِ کائنات کی خصوصی رحمت کے سائے میں آ جاتا ہے۔

بچپن رحمۃ للعالمینؐ بچپن ہی سے سمجھ دار، ہنس مکھ اور تمیز والے تھے۔ بڑوں کا ادب کرتے اور نہایت صاف ستھرے رہتے تھے۔ آپؐ کی باتیں میٹھی میٹھی اور دانائی والی تھیں۔ آپؐ کے سب کام اچھے تھے۔

جوانی آپؐ نے نوجوانی میں قدم رکھا تو ایک تجارتی سفر میں ملک شام تشریف لے گئے۔ آپؐ محنت مشقت کے کاموں کو پسند کرتے تھے بکریاں اور اونٹ چرانا آپؐ کا ابتدائی شغل تھا۔ اللہ پاک نے آپؐ کو نوجوانی میں جانوروں کی گلہ بانی کا تجربہ دیا۔ تاکہ بڑے ہو کر آپؐ انسانوں کو ہدایت دیں جن کا حال جانوروں سے بھی بُرا تھا۔ جوان ہو کر آپؐ نے تجارت کی۔ معاملہ کے نہایت صاف اور سچے تھے۔ امانت اور سچائی

کا یہ عالم تھا کہ عرب بھر میں آپؐ امین اور صادق کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ مکّہ کی ایک تاجر عورت حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو اپنے تجارتی قافلہ کا مختار بنا کر ملک شام روانہ کیا۔ اللہ نے تجارت میں نفع بخشا۔ واپس آکر آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کو ایک ایک پیسہ کا حساب دے دیا۔ محنت اور معاملہ کی سچائی تجارت میں کامیابی کے اصول ہیں۔

اسی عمر میں آپؐ نے قومی کاموں میں حصہ لینا شروع کیا۔ غریبوں، مسافروں اور مظلوموں کی امداد کے کئی مفید کام کیے۔ ایک امن کی انجمن قائم کی جنگی مشقوں میں شریک ہوئے۔ ان جوانوں ہی نے قوموں کی زندگی بدلی ہے وہی اپنی قوم کا اخلاق ہوتے ہیں۔ جوانوں کے لیے آپؐ کی جوانی کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

شادی

پچیس برس کی عمر میں آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کی۔ وہ بیوہ تھیں۔ دو دفعہ بیوہ ہونے کا غم اٹھا چکی تھیں۔ عمر بھی چالیس برس کے قریب تھی۔ انہوں نے آپؐ سے شادی کی درخواست کی۔ آپؐ کے لیے کسی دوشیزہ سے شادی کرنا آسان تھا۔ لیکن یہ شادی کرکے رحمۃ للعالمینؐ نے بیواؤں کے لیے رحم و کرم کی اعلیٰ ترین مثال قائم فرمائی۔

گوشہ نشینی

جوانی میں اللہ کی عبادت کا بڑا درجہ ہے۔ شادی کے بعد آپؐ مکّہ سے تقریباً ۳ میل کی مسافت پر حرا پہاڑ کے ایک غار میں گوشہ نشین ہو کر اللہ کی یاد میں مصروف رہنے لگے۔ کبھی کبھی بیوی بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔ اس طرح دنیا کے ہنگاموں سے نکل کر پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے۔ گھر سے ستّو اور پانی لے جاتے۔ کبھی کبھی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر راستوں پر نظر دوڑاتے آتے جاتے مسافروں کو ہاتھ کے اشارے سے روک لیتے نیچے اتر کر ستّو اور پانی سے ان کی خدمت کرتے۔ اللہ کی خدمت کے ساتھ بندوں کی خدمت بھی ضروری ہے۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر

ایک سال مکہ میں بہت زور کی بارش ہوئی۔ ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ سیلاب نے کعبۃ اللہ کی دیواروں کو بہت نقصان پہنچایا۔ پانی خشک ہو جانے کے بعد مکہ اور اس کے آس پاس کے قبیلوں نے مل کر کعبہ کی بوسیدہ دیواروں کو گرا کر دوبارہ تعمیر کیا۔ کعبۃ اللہ کی نئی تعمیر کے بعد حجرِ اسود کو نصب کرنے پر مکہ کے سرداروں میں جھگڑا ہو گیا۔ تلواریں نیام سے باہر آ گئیں۔ سردار خود غرض تھے۔ نیکی کے کام میں بھی چودھراہٹ کی ضد تھی۔ وہ آپس میں طے نہ کر سکے کہ حجرِ اسود کو کون سردار اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھے۔ آخر انہوں نے طے کیا کہ اب جو شخص باہر سے کعبۃ اللہ میں آئے گا وہ حجرِ اسود نصب کرے گا۔ اتفاق سے اسی وقت آپؐ سب لوگ آپ کو دیکھ کر پکار اٹھے جَآءَ الْاَمِیْنُ رَضِیْنَا۔ امین شخص آ گیا ہے۔ ہم اس کے فیصلے پر رضامند ہیں۔ آپؐ نے قومی کام کو قومی کر دکھایا۔ حجرِ اسود کو چادر میں رکھا۔ سب سرداروں کو چادر اٹھانے میں شریک کیا۔ اور حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر اپنے ہاتھوں سے نصب کر دیا۔ آپؐ کی دانائی اور رحمت سے مکہ کے لوگ بہت بڑی جنگ سے بچ گئے۔

نبوّت

چالیس برس کی عمر ہونے پر اللہ پاک نے رحمۃ للعالمینؐ کو نبوّت عطا فرمائی۔ رحمت کو پیغام کی صورت میں پھیلانے کا آپؐ پر فریضہ عاید کیا گیا۔

دنیا والے اللہ سے بے پرواہ تھے، بتوں کے پجاری تھے۔ بیہودہ رسموں کے پابند تھے۔ جھوٹی عزت کو سب کچھ سمجھتے تھے، ناپاک زندگی گذار رہے تھے۔ آخرت کے فکر سے غافل تھے۔ انسان انسان کا دشمن تھا۔ امن زمانہ سے اٹھ چکا تھا۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بندوں کو اللہ کا پیغام سنایا۔ توحید کی دعوت دی، بھٹکے ہوؤں کو سیدھا راستہ دکھایا۔ عبادت کے صحیح طریقے بتاتے، ظاہر اور باطن کی پاکیزگی سکھائی۔ اچھے اخلاق کی تعلیم دی۔ بری رسموں کی برائی بیان کی۔ انسانوں کو انسان بنایا۔ آخرت کی زندگی کی وضاحت فرمائی۔

عورتوں کو ورثہ سمجھا جاتا تھا، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا رواج تھا۔ غریبوں کو غلام بنا کر بیچ دیتے تھے۔

شراب، جُوا اور بدکاری عام تھی۔ آپؐ نے عورتوں کی تکریم کی۔ ان کا حق قائم کیا۔ لڑکیوں کو عزت دی غلاموں کو آزادی دلائی۔ اور اخلاقی برائیوں کے سب ذریعوں کو بند کر دیا۔

مخالفت اہلِ عرب جہالت اور برائیوں میں مانے ہوئے تھے۔ مریض کو شفا دینے والی دوا کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ وہ حکیم پر منہ بسورتا ہے اور حکیم کی مخالفت کرتا ہے۔ اچھے استاد کی بُرے شاگرد مخالفت کرتے ہیں۔ اہلِ مکہ نے آپؐ کی سخت مخالفت کی، مگر آپؐ اُن کے خیرخواہ تھے، اُن پر شفیق اور رحیم تھے، اُن کی ہدایات پر اپنے آرام و راحت کو ختم کر چکے تھے۔ اللہ نے فرمایا!

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (پ ۱۹ : ۵۱)

"اے نبیؐ! کہیں آپؐ اپنی جان کو اس پر ہلاک نہ کر لیں کہ یہ لوگ مسلمان کیوں نہیں ہوتے"

اللہ کا حکم تھا:-

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ

(سورۃ الغاشیہ)

"اے نبیؐ! آپؐ لوگوں کو دین کی نصیحت فرما دیجئے آپ کا کام نصیحت فرما دینا ہے اس سے زیادہ آپؐ کسی پر داروغہ نہیں"

بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ۔ اے رسولؐ! اللہ کا پیغام لوگوں کو پہنچا دیجئے۔

پیغام پہنچا دینا اور اس پر لبیک کہنے والوں کی اصلاح و تنظیم کرنا آپؐ کا کام تھا۔ اس سے زیادہ آپؐ کسی کو ہدایت پر قائم کر دینے کے ذمہ دار نہیں تھے۔ لیکن آپؐ کی رأفت و رحمت ذاتی آرام پر غالب آ چکی تھی اس صفت میں آپؐ بلاشبہ سب انسانوں کے محسنِ اعظم تھے۔

دنیا میں ایسے بھی نبی اور رسول آئے جن کے بہت کم ماننے والے ہوئے۔ اللہ پاک نے ان کی نبوت اور خدمت کو عزت بخشی۔ ان سب کو نوازا اور سیادت و حکومت کا اعلیٰ مقام عطا فرمایا۔

مکہ مکرمہ میں کئی بڑے، بوڑھے، بچے، جوان، مرد، عورتیں، [illegible] اور بھی آپؐ کی سچی اور اچھی تعلیم پاکر مسلمان ہو چکے تھے۔ آپ بھی ان لوگوں کو کافی سمجھ لیتے لیکن آپؐ رحمۃ للعالمین تھے۔ کل دنیا کے انسانوں کو اللہ کی رحمت سے سرفراز دیکھنا چاہتے تھے، سب لوگوں کی نجات کے دردمند تھے۔ اللہ اللہ، آپؐ کی شفقت اور رحمت! ایذائیں اٹھا اٹھا کر سلوک کیا اور بُری باتیں سن سن کر دعائیں دیں۔

ہجرت دنیاداروں کے لیے گھربار، کاروبار، برادری اور وطن سب کچھ ہے، اللہ کے فرمانبردار رسولؐ کے لیے اللہ کی رضا سب کچھ تھی — کافروں نے آپؐ کے قتل کا فیصلہ کر کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ چاروں طرف مسلح آدمیوں کا پہرہ بٹھا دیا۔ تاکہ جب آپؐ گھر سے باہر نکلیں تو آپؐ کو شہید کر دیا جائے۔ برائیوں کے خوگر لوگوں کو نیکی اور انصاف کی باتیں ناگوار گزرتی ہیں۔ محسنوں کے ساتھ برائی سے پیش آنا اکثر دنیاداروں کا شیوہ رہا ہے۔ آپ کفارِ مکہ اور دنیا بھر کے لوگوں کو غلط عقیدوں اور بُرے اعمال کی ظلمتوں سے نکال کر نورِ ہدایت کی طرف لانا چاہتے تھے۔ کفارِ مکہ اس نورِ مبین ہی کو گُل کر دینے کے درپے ہو گئے۔ لیکن اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ آپؐ کے محافظ تھے۔ وہ اپنے نور کا کمال دنیا والوں کو دکھانا چاہتے تھے۔ اللہ نے آپ کو کافروں کے خطرناک فیصلہ سے پہلے ہی مکہ سے ہجرت کی تیاری کا حکم فرما دیا تھا۔ اس بارے میں آپؐ نے سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ کو مطلع فرمایا۔ انہیں اپنا رفیقِ سفر منتخب کیا اور دو اونٹنیوں کا بندوبست کر دیا۔

آخر وہ رات آ گئی جس کے لیے اللہ نے آپؐ کی مکہ سے یثرب کی جانب ہجرت مقدر فرما دی تھی۔ دنیا کی تاریخ نے نور و ظلمت کے اس واقعہ کو نہایت وضاحت کے ساتھ محفوظ کیا ہے۔ ایک طرف انسانیت کے محسنِ اعظمؐ دوسری طرف کافروں کی جان لیوا دشمنی کی انتہا (CLIMAX) تاریخ کا یہ تقابل (CONTRAST) بے مثال ہے۔ ان حالات میں انسانی فطرت لازماً جذبات سے مغلوب ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں انسان کے ایمان و یقین، صبر و استقامت، عالی ظرفی اور شجاعت کا کڑا امتحان ہوتا ہے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ ملاحظہ فرما رہے

تھے۔ اس سخت ترین نازک وقت میں آپؐ نے سب سے پہلا جو فیصلہ فرمایا وہ اپنے پاس رکھی ہوئی لوگوں کی امانتوں کی واپسی کا انتظام تھا جس کے لیے آپؐ نے حضرت علیؓ کو اس کام پر متعین فرمایا۔ اور تاکید فرمائی کہ پوری ذمہ داری کے ساتھ انہیں ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔ برائی کا بدلہ بھلائی رحمۃ للعالمینؐ کا اسوۂ حسنہ تھا۔ پھر نہایت درجہ صبر واستقامت کے ساتھ گھر سے باہر قدم نکالا اور آزمائش میں پورے اترے۔ آپؐ اللہ کی راہ پر تھے۔ اللہ کی حفاظت میں تھے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپؐ نے زمین سے مٹھی بھر خاک اٹھا کر کافروں پر پھینکی۔ کافر نیند میں اونگھنے لگے۔ اور آپ بعافیت مدینہ منورہ کی راہ پر روانہ ہوئے۔

مدینہ منورہ میں رسول اللہؐ کی تشریف آوری

مکہ کا چاند مدینہ میں پہنچا۔ پورا شہر آپؐ کے جمالِ جہاں تاب کی زیارت کے لیے امڈ آیا۔ مسرت سے دلوں کی کلیاں کھل گئیں۔ ہر شخص خوشی سے جھوم جھوم گیا۔ بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کی آنکھیں رُخِ اقدس سے پُر نور اور دل نشاط آرزو سے جگمگا اٹھے۔ پردہ نشین خواتین نے جمالِ محمدیؐ دیکھ کر بے اختیار یہ نغمہ گایا۔

نغمہ استقبال

(ماؤں اور بہنوں کا گیت)

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعِ
اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

"ہم پر وداع پہاڑ کی گھاٹیوں سے بھرپور روشنی والا چاند نکل آیا ہے۔ ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگتے رہیں اے ہمارے رسولؐ! آپؐ وہ احکام لے کر آئے ہیں جن کی اطاعت کرنی ہی چاہیئے۔"

آپؐ جس راہ سے گزرتے صحابہ کرامؓ خلوص و عقیدت کے جذبات اور مہمانی کی قبولیت کی درخواستیں بار بار خدمت بابرکت میں پیش کرتے جاتے۔ آپؐ سب کا شکریہ ادا کرتے اور فرماتے "میری اونٹنی اللہ کی رضا کے مطابق جس شخص کے مکان کے سامنے ٹھہر جائے گی میں اسی کا مہمان بنوں گا۔" سب بچوں، جوانوں اور بڑوں کے دل جذبات سے بھرے ہوئے تھے کہ دیکھیں کون قبیلہ سب سے زیادہ خوش قسمت ہے جسے آپؐ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ آپؐ کی اونٹنی قبیلہ بنو نجّار کے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔ بنو نجّار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بالیاں خوشی سے اچھلنے لگیں۔ انہوں نے دوسرے قبیلوں کی لڑکیوں کو بتا بتا کر یہ گیت گایا:

ننھی منّی بچیوں کا گیت

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارِ

"ہم لڑکیاں بالیاں بنو نجّار کی ہیں۔ آہا جی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس رہیں گے۔"

آپ نے ننھی منی بچیوں کو پیار کیا اور پوچھا کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔

مواخاۃ مدینہ میں انسان ذاتوں اور برادریوں میں تقسیم تھے۔ اوس اور خزرج قبیلے سالہا سال تک آپس میں قتل آپس میں قتل و غارت کر چکے تھے ایک دوسرے کی دشمنی کے جذبات طبعی بن چکے تھے —— رحمۃ للعالمینؐ نے سب کو گلے ملوایا۔ اوس و خزرج کے لوگوں کو بھائی بھائی بنایا۔ مہاجر و انصار میں مواخاۃ قائم کی۔ دنیا نے دیکھا کہ دین کا رشتہ خون کے رشتہ سے زیادہ مضبوط ہو گیا۔

غزوات حق کے مخالف چین سے نہ بیٹھے۔ تاریکیوں سے مانوس لوگ نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھانے لگے۔ جب اس میں کامیاب نہ ہوئے تو زور آزمائی کے لیے لشکر بنا کر اور بڑھ بڑھ کر آئے۔ اہلِ حق کسی سے مغلوب ہونے والے نہیں۔ عبادت اللہ کے سامنے عاجزی ہے، بندوں کے سامنے عاجزی نہیں۔ اللہ کے بندے جابروں اور

شہنشاہوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ مسلمانوں نے غفلت نہ کی جو کچھ تیاری ممکن تھی کر لی۔ پورے جوش کے ساتھ نکلے اور ہر بار ظالموں کو شکست دی

احترامِ انسانیت

ناحق خون بہانے والے قید ہو کر آئے۔ قیدیوں کو قدیم دستور کے مطابق قتل کیا جاتا تھا۔ انہیں بھوکا مارا جاتا تھا۔ ان پر قسم قسم کے ظلم ڈھا کر آہستہ آہستہ جان نکالی جاتی تھی۔ انہیں درختوں سے باندھ کر ستم کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ انہیں سُولی پر چڑھا کر نو آموز تیر اندازوں کے سپرد کیا جاتا تھا۔ لیکن رحمۃ للعالمینؐ نے قیدیوں کو مہمانوں کی حیثیت دی۔ صحابہؓ کو حکم دیا جو خود کھاؤ وہ انہیں کھلاؤ۔

صلح حدیبیہ

سنہ ۶ ہجری میں رحمۃ للعالمینؐ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں مکہ کے قریب پہنچ کر حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ کفار کو آپؐ کے حج کرنے کے ارادہ کی اطلاع ملی۔ وہ مزاحم ہوئے۔ فساد اور جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ آپؐ کو امن پیارا تھا کفار کی شرائط پر صلح کر لی۔ امن کی خاطر ایفائے عہد کی بے نظیر مثالیں قائم کیں۔ اسلام کے پیغام کو عرب کے باہر شاہانِ عالم کو پہنچایا۔ فرضِ نبوت کو پورا کیا آپؐ رحمۃ للعالمینؐ تھے۔ سب ذمہ دار لوگوں تک پہنچایا۔ اگرچہ عرب کا ملک، ایران، روم اور افریقہ کے وسط میں تھا تجارتی تعلقات کی وجہ سے ہر قوم و مذہب اور ہر خیال کے لوگ عرب میں موجود تھے۔ آپؐ کے ساتھیوں کے حلقے میں صہیبؓ رومی، عدیسؓ نینوائی، بلال حبشیؓ، سلمان فارسیؓ۔ عبداللہؓ بن سلام یہودی، صرمہؓ بن انس عیسائی وغیرہ مشہور علمائے زمانہ اور مختلف ملک و قوم کے لوگ شریک ہو چکے تھے۔ لیکن رحمۃ للعالمینؐ نے تبلیغ اسلام کی کوششوں میں ذرہ بھر کمی نہ آنے دی۔ جس طرح آپ کی رحمت کی وسعت بے نہایت تھی اسی طرح آپ کی خواہش تبلیغ بے انتہا تھی۔

فتح مکہ

سنہ ۸ ہجری میں کفار مکہ کی جانب سے صلح کا عہد توڑنے پر رحمۃ للعالمینؐ نے معمولی جھڑپ کے بعد مکہ فتح کر لیا۔ اہل مکہ کے نام پُر امن رہنے کا فرمان بھیجا۔ کافروں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ ان کی ہمتیں پست تھیں۔ سب مزاحمتیں ختم ہو چکی تھیں۔ آپؐ تمام عرب کے واحد فرمانروا تھے۔ آج اہل دنیا کو خیال ہو سکتا تھا کہ آپ مکہ میں ایک شہنشاہ کی حیثیت سے داخل ہوں گے مگر ایسا نہ ہوا۔ رحمۃ للعالمین کامل امن اور بے مثال رحمتوں کے ساتھ مکہ میں تشریف لائے۔ مکہ میں تمام فرد و بشر آپؐ کو دیکھنے کے لیے کھلے میدان میں جمع تھے۔ ان میں آقا و غلام اور ظالم و مظلوم سب ہی شامل تھے۔ سردارانِ قریش یہ دیکھ کر حیران تھے کہ رحمۃ للعالمینؐ نے اللہ کی حمد و عبادت اور مساوات انسانی کا جو درس ابتدائے نبوت میں دیا تھا اور جسے ان کی متکبر طبائع نے کبھی نہ مانا تھا۔ فاتح عرب بن کر بھی آپؐ نے آئینِ زندگی کا وہی نمونہ پیش فرمایا۔ مگر سب دنوں سے زیادہ واضح اور دلکش۔

شکرِ نعمت

رحمۃ للعالمینؐ دس ہزار قدوسی صحابہ کرام کے جلو میں اونٹنی پر سوار تھے۔ عظیم فتح کے وقت بھی سر، اللہ کے تشکر میں جھکا ہوا تھا اور زبان پر اللہ کی حمد و تقدیس اور سورۃ فتح کی آیات تھیں۔

عجیب منظر

اس سے بھی زیادہ عجیب منظر دنیا دارو‌ں نے یہ دیکھا کہ اونٹنی پر فاتح مکہ کی گود میں پیارے نواسوں کی بجائے آپؐ کے خادم حضرت زیدؓ بن حارثہؓ کا پیارا بیٹا اُسامہؓ بیٹھا ہے۔

اللہ اللہ! غلام ابن غلام کا اس قدر عروج!! گویا فتح مکہ دراصل مساواتِ انسانی کی سب سے پہلی اور سب سے عظیم فتح تھی ناممکن ہے کہ تاریخ انسانی ایسی کوئی مثال پیش کر سکے۔

لطف و کرم

رحمۃ للعالمینؐ کی رحمت سے نہ صرف اپنے فیض یاب ہوئے بلکہ دشمن بھی محروم نہ رہے۔ آپؐ نے اللہ کی حمد و تسبیح کے بعد تمام دشمنوں، تمام مجرموں اور تمام قاتلوں کو فرمایا۔

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں جاؤ تم سب کو چھوڑ دیا۔

دلوں کو بغض و کینہ سے صاف کرنے کے بعد خانہ کعبہ کو تمام بتوں سے پاک کیا گیا۔ اللہ کا گھر صرف اللہ کی عبادت کے لیے مخصوص ہو گیا۔

حجۃ الوداع

سنہ ۱۰ ہجری میں رحمۃ للعالمینؐ نے آخری حج

ادا فرمایا۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار انسانوں کو خطاب کیا۔ اونچی آواز والے صحابی آپؐ کی آواز دور بیٹھے ہوئے صحابیوں تک پہنچاتے جاتے تھے۔ آپؐ نے عدل و مساوات، احترام انسان، حقوق کی ادائیگی اور خاص طور پر قرآن عظیم پر چلنے کی ہدایت فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا۔

قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ كِتَابُ اللّٰهِ (میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو سکتے۔ وہ یہ کہ تم کتاب اللہ پر مضبوطی سے قائم رہو)

آج انسانیت رحمۃ للعالمینؐ کے سائے میں اپنے اوجِ کمال پر تھی۔ آج اللہ کی رحمت اپنے اتمام کو پہنچ چکی تھی۔ اس اجتماع میں اللہ پاک نے قرآن مجید کی آخری آیت نازل فرمائی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝

"آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔"

تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کی اس آیت کے ساتھ رحمۃ للعالمینؐ نے فریضۂ رسالت کا پورا پورا حق ادا فرما دیا۔ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔ راستہ بھر مسلمانوں کو تیاریٔ آخرت، تزکیہ و عبادات اور عدل و مساوات کی نصیحتیں فرماتے گئے۔ قرآن مجید کو پڑھنے پڑھانے اور اس پر عمل کرتے رہنے کی تاکید فرمائی۔

وفات

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد آپؐ بیمار ہو گئے۔ چند دنوں بیمار رہے۔ بیماری میں اللہ پاک کی عبادت کا انہماک اور زیادہ بڑھ گیا۔ آخر ۱۲ ربیع الاوّل پیر کے دن اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى۔ اے اللہ! آپ سب سے اعلیٰ رفیق ہیں فرماتے ہوئے عالم فانی سے رخصت ہوئے اور عالم جاودانی کی مسرتوں کا باعث بنے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

شانِ رحمت

اللہ جل شانہٗ نے تمام انسانوں سے عام خطاب کے ساتھ فرمایا:۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

"اے انسانو! تم ہی میں سے تمہارے پاس محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں ایذا پہنچانے والی ہر بات ان پر شاق گزرتی ہے وہ تمہاری بھلائی کے لیے نہایت درجہ خواہش مند ہیں۔ خاص طور پر مومنوں کے ساتھ نہایت شفیق اور کرم فرمانے والے ہیں۔"

درود و سلام

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

"اللہ جل شانہٗ اور اس کے فرشتے نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور سلام بھیجو نیاز مندی کے ساتھ۔"

فَيَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ
مَتٰى فَاحَ طِيْبٌ وَّوَافٰى نَسِيْمٌ (انور شاہؒ)

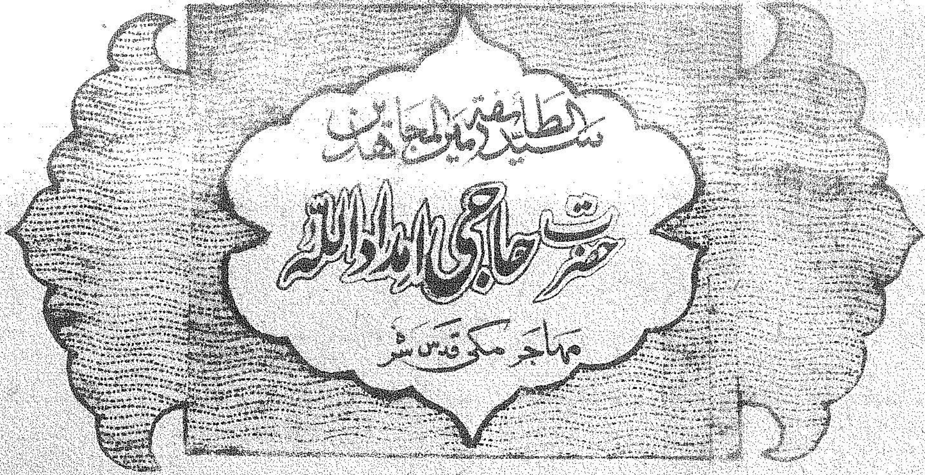
(اے رب کریم! رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود و سلام بھیجتے رہیئے۔ جب تک خوشبو پھیلتی رہے اور بادِ نسیم چلتی رہے)

بقیہ: خطبہ جمعہ

نے انتہائی المناک حالات سے دوچار ہونے کے بعد آزادی کی منزل قریب کر دی۔ لیکن جونہی وہ منزل قریب آئی اعلان آزادی سے چندے پہلے فسادات کا ایک ایسا لاوا پھوٹ پڑا جس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔

۱۹۴۷ء کے واقعات انتہائی شرمناک تھے۔ اس دور میں جس طرح عزتیں لٹیں، عصمتیں برباد ہوئیں، املاک اور جاگیریں تباہ ہوئیں۔ بے تحاشا خون بہا۔ اس دور میں جو نفرت و حقارت کا بیج بویا گیا وہ آج ایک تناور درخت بن چکا ہے اور برصغیر کا چپہ چپہ آج تک اسی طرح المناک نقشہ پیش کر رہا ہے۔ بنگلہ دیش کے موجودہ حالات ہوں یا اندرونی ملک کی کشمکش سب چیزوں کا ایک ہی سبب ہے یعنی راہ حق سے انحراف — اور اس سے چھٹکارے کا ایک ہی ذریعہ ہے:۔

اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ۔



ضیاء تبسم بلگرامی

سہارنپور کے قصبے نانوتہ میں ۲ جنوری ۱۸۱۷ء میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ باپ نے اس کا نام امداد حسین رکھ دیا۔ ابھی وہ سات سال کے تھے کہ ماں نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ نزع کے وقت ماں نے اپنی دوسری اولادوں کے مقابلے میں امداد حسین کو زیادہ اہمیت دی۔ انہوں نے خاندان کے قریبی حضرات کو آبدیدہ نظروں سے دیکھا اور نحیف اور غم زدہ آواز میں وصیت کی۔ "لوگو میں جانتی ہوں بچے کے سر سے پہلے ایک وصیت کرنا چاہتی ہوں کیا آپ لوگ میرے بعد اس پر عمل پیرا رہنے کا وعدہ فرمائیں گے؟"

ایک بزرگ عورت روتی ہوئی جاں بہ لب مریضہ کے پاس پہنچی اور وعدہ کیا۔ "میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہاری وصیت پر حرف بہ حرف عمل کیا جائے گا۔ اپنی وصیت سے مجھے آگاہ کردو۔"

مریضہ نے اپنے بیٹے امداد حسین کا ہاتھ اس عورت کے ہاتھ میں دیدیا اور سوگوار لہجے میں کہا۔ "میرے اس بچے کا بطورِ خاص خیال رکھا جائے اس کی خطاؤں اور غلطیوں کو نظر انداز کیا جاتا رہے، اسے مار تو مار جھڑکیوں تک سے بچایا جائے۔"

بزرگ عورت نے امداد حسین کو سینے سے لگا لیا اور روتے ہوئے وعدہ کیا۔ "تمہاری وصیت پر پوری طرح عمل کیا جائے گا بہن، تم بے فکر رہو۔ کس کی مجال ہے کہ تمہارے امداد حسین کو ترچھی نظروں سے دیکھنے کی جرأت کرے۔"

ماں کا انتقال ہوگیا اور بیٹا اس نازونعم سے پرورش پانے لگا کہ زندگی کے ہر معاملے میں اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا۔ وہ کچھ بھی کرے کوئی اسے ٹوک نہ سکتا تھا۔ یہاں تک کہ بہت سے ایسے کام جن کا اختیار کرنا یا انجام دینا ضروری ہوتا، کوئی زبان تک لاتے ہوئے گھبراتا تھا۔ بچے کی دل جوئی کے شدید احساس اور پاس خاطر کے بے پناہ خیال نے لوگوں میں ایک طرح کی بے نیازی پیدا کردی اور امداد حسین کو لوگوں کی عدم توجہی اور تغافل کا شکار ہو جانا پڑا۔ لوگوں نے ان کی تعلیم و تربیت پر بھی خاص توجہ نہ دی کیونکہ اس میں یہ امکان موجود تھا کہ کہیں کسی جگہ جبر سے کام نہ لینا پڑ جائے جس سے امداد حسین کی دل آزاری ہو۔ اور ان کی ماں کی روح کرب میں مبتلا ہو جائے۔ انہیں خود ہی پڑھنے لکھنے کا شوق ہوا اور مختلف اساتذہ سے تحصیل علم کرتے رہے۔ سن شعور میں پہنچ کر دلی گئے اور مولانا نصیر الدین دہلوی کے حلقۂ درس میں بیٹھ گئے۔ مولانا کا تعلق سید احمد شہیدؒ کی تحریک سے رہ چکا تھا اور یہ اپنی ذات میں بہت ساری خوبیاں رکھتے تھے۔ عالمِ دین، صوفی اور لائق سیاست دان یہ اپنے طلباء کو وہی درس دیا کرتے تھے جو تقریباً ایک سو سال پہلے شاہ ولی اللہ دہلویؒ پوری قوم کو دے چکے تھے اور ۱۸۳۱ء تک سید احمد دیتے رہے تھے۔

نوجوان امداد حسین گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ صبح قریب تھی۔ کاروانِ شب کے آخری مسافر رخصت ہونے کو تھے۔ اس وقت امداد حسین رسولِ مقبولؐ کے دربار میں حاضر تھے۔ رسول اللہؐ کے آس پاس ان کے اصحاب موجود تھے۔ امداد حسین پر اتنا رعب طاری تھا کہ پاؤں سو سو من کے ہوگئے تھے۔ گردن جھک گئی اور آنکھوں میں تابِ نظارہ باقی نہ رہی۔ اسی عالم میں کسی نے امداد حسین کا ہاتھ پکڑ لیا اور حکم دیا۔ "یہاں کیوں کھڑا ہے آگے بڑھ ہوش میں آ۔"

یہ آواز کسی آشنا کی تھی، گردن اوپر جو اٹھائی تو دیکھا دادا سامنے کھڑے ہیں۔ امداد حسین نے گڑگڑا کے سوال کیا۔ "دادا جان! اس وقت میں اپنے آپ میں نہیں ہوں اور میری ہمت جواب دے

گئی ہے۔"

"تو میرا ہاتھ پکڑ!" دادا نے کہا۔ "میرے ساتھ چل! میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لیے چلتا ہوں۔ ان سے تیری ملاقات کراتا ہوں، پریشان نہ ہو۔"

داداجان نے امداد حسین کی انگلی پکڑی اور رسول اللہ ﷺ کے در پر پہنچا دیا۔ داداجان نے امداد حسین کا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "حضور! اسے میں آپ کے حوالے کرتا ہوں، آپ جیسا بھی مناسب سمجھیں اس کے لیے......"

رسول اللہ ﷺ نے امداد حسین کا ہاتھ ایک دوسرے شخص کے حوالے کر دیا اور فرمایا۔ "یہ امداد حسین ہے اس کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔"

امداد حسین نے ان بزرگ کو غور سے دیکھا اور ان کی شکل و صورت حافظے میں محفوظ کر لی۔ جب بیدار ہوئے تو ان پر عجیب حیرت و انتشار کی کیفیت طاری تھی۔ لاکھ حافظے پر زور دے کر پہچاننے کی کوشش کرتے لیکن پہچانے نہ جاتے۔ اسی حیرت و انتشار میں کچھ دن گزر گئے۔ امداد حسین نے مشکوٰۃ شریف کا کچھ حصہ مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی سے پڑھا تھا۔ اس پریشانی اور انتشار میں ان کی ملاقات اپنے استاد محدث جلال آبادی سے ہو گئی۔ استاد نے پریشان اور کھوئے کھوئے چہرے کو بغور دیکھ کر سوال کیا۔ "امداد حسین! تم پریشان کیوں ہو؟ وجہ؟"

امداد حسین نے آبدیدہ نظروں سے استاد کو دیکھا اور رقت زدہ لہجے میں اپنا خواب بیان کر دیا۔ بولا۔ "جب سے یہ خواب دیکھا ہے میں ان بزرگ کی تلاش میں ہوں جن کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ دیا تھا۔"

محدث جلال آبادی مسکرا دیئے۔ بولے۔ "تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔"

امداد حسین نے آزردگی سے جواب دیا۔ "جب تک میری ان بزرگ سے ملاقات نہیں ہو جاتی۔ میں خود کو ناقص و نامکمل محسوس کرتا رہوں گا۔"

استاد نے کہا۔ "موضع لوہاری یہاں سے قریب ہی واقع ہے وہاں چلے جاؤ۔ لوہاری میں کسی سے بھی میاں جی نور محمد کا پتہ معلوم کر لینا۔ جا کر ان سے مل لو۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ تمہاری پریشانی اور انتشار کا حتمی علاج کر دیں گے۔"

امداد حسین نے استاد کو متشکرانہ نظروں سے دیکھا اور اسی وقت پاپیادہ لوہاری روانہ ہو گئے۔ منزل مقصود تک پہنچتے پہنچتے ان کے پیروں میں آبلے پڑ گئے وہ پھوٹنے لگے اور ان سے پانی جاری ہو گیا۔ لوہاری پہنچ کر لوگوں سے میاں جی نور محمد کا پتہ پوچھا تو انہوں نے امداد حسین کو اس مشہور بزرگ کے آستانہ پر پہنچا دیا۔ آستانے میں داخل ہوتے ہی کسی نے میاں جی نور محمد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ ہیں حضرت میاں جی نور محمد مدظلہٗ۔"

امداد حسین نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی وہ بزرگ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جن کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دیا تھا۔ یہ ذرا آگے بڑھے اور انہیں پر شوق نظروں سے دیکھنے لگے پھر خود رفتگی سے آگے بڑھے اور میاں جی نور محمد کے قدموں میں گر گئے۔ میاں جی نے انہیں قدموں سے اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور پوچھا۔ "کیا تمہیں اپنے خواب پر یقین کامل اور اعتبار واثق ہے؟"

امداد حسین نے جواب دیا۔ "حضرت! ایک ایسا خواب جس میں رسول مقبول ﷺ موجود ہوں شک و شبہ سے بالا ہوتا ہے۔ میں اپنے خواب پر شک کس طرح کر سکتا ہوں، اس کی صداقت پر مجھے پہلے بھی یقین تھا اب بھی یقین ہے۔"

میاں جی نور محمد نے پوچھا۔ "رسول اللہ ﷺ نے تمہارا ہاتھ کس کے ہاتھ میں دیا تھا؟"

"آپ کے ہاتھ میں!" امداد حسین نے جواب دیا۔ "اپنے خواب کی صداقت پر یقین تو تھا ہی لیکن آپ نے جس طرح میرے خواب کا ذکر کیا ہے اس سے مجھے خود آپ کی ذات بابرکات میں فیوض کمالات کا بھی یقین ہو گیا ہے۔ ورنہ ایک ایسا خواب جس کا آپ کو کوئی علم نہیں ہونا چاہیے آپ اس سے واقف ہیں۔ اور میرے بتائے بغیر آپ بتا رہے ہیں۔ یہ ایک ایسی کرامت ہے کہ اس کا انکار ناممکن ہے۔"

میاں جی نے کہا۔ "اچھا تم میرے پاس ہی رہو۔ میں رسول اللہ ﷺ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ میں تمہاری مادی اور روحانی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔"

امداد حسین میاں جی کے ساتھ رہنے لگے اور ایک مدت بعد خرقۂ خلافت حاصل کر لیا۔ اس موقع پر میاں جی نے پوچھا۔ "اب بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟"

امداد حسین نے جواب دیا۔ "وہی جو خدا پسند کرتا ہے۔"

میاں جی نے کہا۔ "جواب واضح ہونا چاہیے۔ تسخیر کے طالب ہو یا کیمیا چاہتے ہو؟ جو چاہو طلب کر لو، تمہیں بخش دیا جائے گا۔"

امداد حسین رونے لگے۔ کہا۔ "میں نے دنیا کے لیے آپ کا دامن نہیں پکڑا ہے۔ میں خدا کو چاہتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ خدا

مجھ سے عظیم خدمات لے اور اتنی علیم کہ ان سے خدا کی مخلوق فیضیاب ہو، فائدہ اٹھائے۔"

میاں جی نے انہیں سینے سے لگا لیا۔ بولے۔ "میں تمہاری طلب علمی کی داد دیتا ہوں۔ جاؤ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اور خدا تمہیں مایوس نہیں کرے گا۔ جو چاہتے ہو۔ وہی ملے گا۔"

امداد حسین یہاں سے رخصت ہو کر گھر پہنچے تو اللہ اللہ کرنے لگے ایک رات پھر خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں یاد فرما رہے ہیں۔
امداد حسین نے پوچھا اب اس ناچیز کے لئے کیا حکم ہے؟"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟ ہمیں تمہارا انتظار ہے۔"

جب یہ جاگے تو فوراً سفر کی تیاری شروع کر دی اور مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ وہاں ان کی ملاقات مولانا شاہ محمد اسحٰق سے ہو گئی۔ یہ شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے تھے۔ انہوں نے شاہ ولی اللہ کی تحریک چلانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ اور پورے برصغیر میں ایک ہلچل مچا دی تھی۔ لیکن اپنوں اور غیروں کی مخالفت اور ریشہ دوانیوں نے ان کو ناکام بنا دیا تھا۔ اسی جدوجہد میں سید احمد شہید ہو گئے تھے۔ شاہ محمد اسحٰق تحریک کی ناکامی کے بعد مکہ معظمہ ہجرت کر گئے اور وہاں مستقل اقامت اختیار کر لی۔ وہ یہیں سے برصغیر کی تحریک کی قیادت فرما رہے تھے۔

انہوں نے نوجوان امداد حسین سے دریافت کیا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"
جواب ملا۔ "امداد حسین شاہ!"
شاہ اسحٰق نے کہا "نہیں آج سے تم امداد حسین نہیں رہے، امداد اللہ کہلاؤ گے۔"

انہوں نے جواب دیا۔ "بسر و چشم! مجھے منظور ہے۔"
شاہ اسحٰق کی صحبت نے تو ان کی کایا پلٹ دی انہیں یہاں سے جو تعلیمات ملیں وہ نہایت عجیب و غریب اور منفرد تھیں۔
شاہ اسحٰق نے دریافت کیا۔ "برصغیر کی کیا حالت ہے؟"
امداد اللہ نے جواب دیا "بہت بری حالت ہے۔ مغل بادشاہ کی برائے نام حکومت ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سفید فام تاجر آہستہ آہستہ پورے ہندوستان پر قابض ہوتے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اب گلی کوچوں اور بازاروں میں شاہی منادی یوں آواز لگاتا ہے خلق خدا کی، ملک بادشاہ کا، حکم کمپنی بہادر کا۔" فسق و فجور عام ہے۔ ہر طرف بے عملی کا دور دورہ ہے۔ کفار چالاک و ہوشیار ہیں اور مسلمان تغافل اور تفاخر میں مبتلا ہیں۔"

شاہ اسحٰق نے کہا "تم ہندوستان واپس جاؤ گے اور شاہ ولی اللہ کی تحریک کو آگے بڑھاؤ گے!"
امداد اللہ نے پوچھا "شاہ ولی اللہ کی تحریک کا نصب العین کیا ہے۔ اور وہ ہندوستان میں کیسا انقلاب برپا کرنا چاہتی ہے؟"
شاہ اسحٰق نے جواب دیا "ہم تمہیں شاہ صاحب کی تحریک کے نصب العین سے اچھی طرح باخبر کر دیں گے۔ اور یہ تحریک کس طرح کامیاب ہو سکتی ہے ان تدابیر پر بھی روشنی ڈالیں گے۔"

امداد اللہ شاہ اسحٰق کے پاس رہنے لگے۔ انہیں یہ خیال بھی ستاتا رہتا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں طلب فرمایا ہے۔ اور وہاں حاضر ہونا ضروری ہے لیکن انہوں نے سوچا کہ پہلے شاہ صاحب کی تحریک اور اس کا نصب العین سمجھ لیا جائے کیونکہ اس تحریک کا تعلق بھی رسول اللہ ﷺ کی منشا اور غایت ہی سے ہو گا۔

شاہ اسحٰق نے ہندوستان کی بربادی اور تباہی کے دو سبب بتاتے ہوئے کہا۔ "شاہ ولی اللہ نے ہندوستان کی بربادی اور تباہی کے بنیادی سبب معلوم کر لئے تھے۔ پہلا سبب یہ ہے کہ ملک میں تمام خاص طبقے اس بات کے عادی ہو گئے ہیں کہ کچھ کئے دھرے بغیر اپنے کسی خاص امتیاز کی بنا پر مراعات حقوق کے مستحق قرار پائیں۔ یہ لوگ قاری، عالم، شاعر اور وہ سجادہ نشین درویش ہوتے ہیں۔ جو بادشاہوں کی طرف سے عطیے اور وظیفے پاتے ہیں ان کا مطمح نظر ملک اور قوم کی خدمت کرنا نہیں محض دریوزہ گری ہوتا ہے۔ یہ حضرات بھیک کے نئے نئے ڈھنگ نکالتے ہیں مختلف حیلے بہانوں سے بادشاہ اور امراء سے رقمیں وصول کرنا اور اپنا ذریعہ معاش فراہم کرنا ان کا نصب العین ہوتا ہے۔ ان مہذب دریوزہ گروں کا ایک گروہ ہوتا ہے تو دوسرا نازل ہو جاتا ہے یہ لوگ ملکی باشندوں کی زندگی تنگ کر رہے ہیں۔ اور ملک اور قوم پر بار گراں بنتے جا رہے ہیں۔

خرابی اور بربادی کا دوسرا سبب یہ ہے کہ کاشت کاروں، سوداگروں اور دستکاروں پر بڑی بھاری محصول لگائے گئے ہیں اور ان کی وصولیابی میں انتہائی سختی سے کام لیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جبر و تشدد اور بھوک اور افلاس میں مبتلا وفادار رعایا بھی بغاوت پر اتر آتی ہے اس بغاوت کو دبانے کے لیے غیر معمولی فوجی طاقت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اس غیر معمولی فوجی قوت کے مصارف بھی رعایا ہی سے جبر و تشدد سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ مہذب دریوزہ گروں

کی پرورش اور فوجی قوت کے غیر معمولی مصارف نے ملک اور قوم کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے۔"

امداد اللہ نے ملکی اور قومی تباہی اور بربادی کا یہ دل نشین اور پُراثر تجزیہ سنا تو جذباتی ہو گئے پوچھا" پھر ملک اور قوم کی فلاح و بہبود کن باتوں پر منحصر ہے؟"

شاہ اسحٰق نے جواب دیا۔" ملک کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں محصول کم سے کم ہوں اور دفاع پر بقدر ضرورت صرف کیا جائے اور حالات ایسے پیدا کیے جائیں کہ اندرونی بغاوت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔"

یہ اتنا بڑا انکشاف تھا کہ اس کے بوجھ نے امداد اللہ کو گم صم کر دیا اور وہ اس مختصر تقریر پر گھنٹوں غور کرتے رہے۔ اس وقت پورا ہندوستان ان کے سامنے تھا۔ پورا ہندوستان اور اس کا گھن لگا معاشرہ اپنے طبقات کے ساتھ ایک ایک کر کے ان کے عرصۂ خیال سے گزرنے لگا۔ امراء، شعراء، دنیادار سجادہ نشین، خانقاہوں کے مجاور، خودغرض اور زمانہ ساز علماء یہ سب گدھوں کی طرح ملک اور قوم کے نیم جان جسم سے چمٹے ہوئے نوچتے کھانے میں مصروف دکھائی دیئے۔ ملک اور قوم کا نیم جاں جسم کاشت کاروں، دستکاروں تاجروں اور مزدوروں کا تھا۔ امداد اللہ نے سوچا کہ وہ تو ایک ایسی سمت میں جانے والے تھے جہاں دنیا اور اہل دنیا کی نفی ہو جاتی تھی۔ لیکن خدا انہیں دنیا والوں کی طرف لے جا رہا تھا۔ پھر انہیں یاد آیا کہ انہوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت میاں جی سے طلب بھی تو یہی چیزیں کی تھیں۔ انہوں نے حضرت میاں جی سے کہا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھ سے کوئی عظیم کام لے۔ اپنی عظیم خدمات، اتنی عظیم کہ ان سے خدا کی مخلوق فیضیاب ہو، فائدہ اٹھائے ان کی خواہش پوری کی جا چکی ہے اور خدا ان سے جس نوع کی خدمت لینا چاہتا ہے۔ وہ وہی ہیں جن سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ اور جن سے خدا کی مخلوق عظیم فائدے اٹھائے گی۔ اب ان کا شاہ اسحٰق کی صحبت میں رہنے اور ان کی تقریریں سننے میں اتنا جی لگنے لگا کہ ہر وقت یہی جی چاہتا کہ شاہ اسحٰق بولتے رہیں اور وہ سنتے رہیں

ایک دن شاہ اسحٰق نے کہا۔" کیا تم واقف ہو کہ رسول اللہ اس دنیا میں کیوں تشریف لائے؟"

امداد اللہ نے جواب دیا۔" واقف ہوں لیکن یہ بھی جانتا ہوں جو غرض و غایت آپ بتائیں گے وہ زیادہ حقیقی اور اعلیٰ و ارفع اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ میرے جواب کے بجائے خود ہی اس سوال کا مفصل اور تشریحی جواب عنایت فرمائیں۔"

شاہ اسحٰق نے جواب دیا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت دنیا کی یہ حالت تھی کہ دنیا عیش و عشرت میں بری طرح مبتلا تھی اور شاہانہ تکلفات کا مرض اقتصادی توازن کو بری طرح چاٹ چکا تھا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے دل میں القا کیا کہ وہ اس کا ایسا علاج کریں کہ مرض ہی ختم ہو جائے اور اس کا زہریلا مادہ بھی فنا ہو جائے۔ چنانچہ آپؐ نے ان اسباب و وجوہ پر غور فرمایا جن سے اس مرض کے جراثیم نشوونما پا رہے تھے۔ پھر آپؐ نے ان کا علاج کیا اور ایک صالح گروہ پیدا کر دیا۔"

امداد اللہ نے بے بسی سے کہا۔" حضرت! آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس میں معیشت اور اقتصادیات پیش پیش ہیں۔ آپ روحانیت کا ذکر بھی تو فرمائیں۔"

شاہ اسحاق نے جواب دیا۔" تباہ حال معیشت اور بری اقتصادی حالت جسم اور روح دونوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اس لئے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کسی حال میں اور کسی وقت بھی۔"

اس دن شاہ اسحٰق نے انہیں جو تعلیم دی اور تقاریر کے ذریعے جو کچھ بتایا وہ شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ سے لیا گیا تھا۔ شاہ اسحٰق نے شاہ ولی اللہ کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"ارباب حکومت کا ٹھاٹھ اور تفاخر، ایک کا دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رہنے کا مرض، معاشرے کا مزاج بگاڑ دیتا ہے۔ اس کا اثر یوں ظاہر ہوتا ہے کہ ہر صاحب اقتدار اپنے ماتحت کو لوٹنے لگتا ہے۔ زمیندار اور جاگیردار کاشت کاروں کا خون چوسنے لگتے ہیں اور جنہیں غریب مزدوروں دست کاروں پر اختیار ہوتا ہے وہ ان کے استیصال میں لگ جاتے ہیں۔ اور بالآخر ماتحت طبقے اتنے گر جاتے ہیں کہ ان کی زندگی اور معیار زندگی کھیت جوتنے والے بیلوں اور بوجھ اٹھانے والے گدھے اور گھوڑوں کے مانند ہو جاتی ہے۔ زرکشی اور زراندوزی کے نئے نئے قانون بننے لگتے ہیں۔ انسان کی پیدائش کا حقیقی مقصد انسانوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ ایک طبقہ حد سے بڑھی ہوئی عیش اور دولت کی ہوس میں مبتلا ہو کر عقل و فکر کی چمک سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا طبقہ پیٹ کی فکر میں ایسا سرگرداں رہتا ہے کہ فکر و اہتمام کی کوئی شے اس کے سامنے باقی نہیں رہتی۔ اور اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ملک اور قوم کی تمام دولت سمٹ کر چند افراد کے

تو یہ جل جاتی ہے اور چند افراد کا سربراہ بادشاہ ہوتا ہے!"

امداد اللہ حیرت زدہ اور مبہوت پلک جھپکائے بغیر شاہ اسحٰق کی تقریر سنتے رہے۔ یہ عجیب و غریب علم تھا۔ عجیب انکشافات تھے۔ ان کے دل و دماغ پر افکار کا بوجھ کسی پہاڑ کی طرح گر رہا تھا اور وہ خود کو اس میں دبتا ہوا محسوس کر رہے تھے۔ شاہ اسحٰق کی تقریر جاری تھی، وہ کہہ رہے تھے "اقتصادی عدم توازن اور طبقہ اعلیٰ کی شان و شوکت اور عیش پرستی نے ایک تیسرا طبقہ پیدا کر دیا۔ یہ طبقہ تن آسان، آرام طلب، سرکار پرست خوشامدیوں کا طبقہ ہے جو بادشاہ اور شاہ پرستوں کے گرد جمع ہو گیا ہے۔ اور مختلف طریقوں سے رقمیں وصول کرتا رہتا ہے۔ ان میں خانقاہ نشین اور شعرا بھی شامل ہیں۔ بھانڈ اور مسخرے بھی انہی میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔ فنون لطیفہ کے لوگ بھی انہی میں شامل ہیں۔ فنون لطیفہ اور ادب اور شاعری کے لوگ بادشاہ کو ہمیشہ یہ باور کراتے رہتے ہیں کہ شانِ خسروانہ کا اظہار اسی طرح ہوتا ہے کہ بادشاہ ان کی سرپرستی کرتے رہیں۔"

امداد اللہ نے سہم کر دریافت کیا۔ "حضرت! اور کچھ؟"

شاہ اسحٰق نے کہا۔ "ایسے تمام لوگ جنہیں لازمۂ تمدن مانا جاتا ہے درحقیقت مفت خورے ہیں۔ اپنے فن یا خوش گپیوں سے بادشاہ کو خوش کرنا کوئی مقصد نہیں یہ مٹھی بھر لوگ مزدوروں اور کسانوں پر بار بن گئے ہیں۔ اور اس طرح خدا کی بیشتر مخلوق روز بروز افلاس فلاکت اور تباہ حالی میں مبتلا ہو کر مادی اور روحانی فلاح و بہبود سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔ اور پورے ملک میں تمہیں ایک انسان بھی ایسا نہ ملے گا جسے عاقبت کی فکر ہو۔

امداد اللہ! ذرا اس قوم کا تصور تو کرو جس کی گردن پر ملوکیت شاہ پرستی اور سرمایہ داری کا بھوت سوار ہو چکا ہو۔ اس کے ہوش و حواس گم ہو چکے ہوں گے۔ اور وہ انسانی شرف و عظمت سے گر کر چوپایوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہو چکی ہوگی۔ جسے دن رات پیٹ کی فکر رہتی ہو اور یہ جہنم ہے کہ مرنے کا نام ہی نہ لے۔"

اسی طرح شاہ اسحٰق انہیں دن رات تعلیم دیتے رہے اور امداد اللہ اسے ذہن و طبیعت میں محفوظ کرتے رہے۔ جب وہ ان امراض مزمنہ کے پیش نظر تحریک اور اس کی کامیابی پر غور کرتے تو دل الجھ جاتا۔ کام بہت بڑا تھا اور اسے کامیابی سے چلانا نہایت غیر معمولی کام تھا۔ کیونکہ اتنے بہت سارے امراض کا علاج کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ قوم اور ملک کے جسم میں جو امراض تھے ان میں بہت تو ایسے تھے جو دو مرضوں یا کئی مرضوں کے عمل اور ردعمل سے پیدا ہوئے تھے اور ان میں ایک مرض کا علاج دوسرے کے لیے زہر ہے۔ ان پیچیدہ امراض کے علاج میں وہی مشکل درپیش تھی جو ایک معالج کو اس وقت پیش آتی ہے جب وہ مالیخولیا اور بخار میں مبتلا کسی مریض کا علاج کرتا ہے۔ اگر معالج بخار کے فساد سے بچنے کے لیے ترک غذا کا حکم دیتا ہے تو ترک غذا سے مالیخولیا میں شدت پیدا ہونے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مالیخولیا کو زائل کرنے کے لیے اگر مریض کو اچھی اچھی غذائیں کھانے کا مشورہ دیتا ہے تو بخار سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو جاتا ہے۔

شاہ اسحٰق کی صحبت اور تقریروں نے امداد اللہ کے دل میں ایک آگ لگا دی تھی۔ وہ جلد از جلد مدینہ منورہ جانے کے لئے بے چین تھے راستے مخدوش تھے۔ اور راہ میں لٹ جانے کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ امداد اللہ نے خوف و خطر کو دل سے دور کیا۔ اور مدینہ منورہ روانہ ہو گئے مدینہ میں رسول اللہؐ کے آستانے پر حاضری دی اور جو ذمہ داریاں اور فرائض انہیں سونپے جا رہے تھے ان سے عہدہ برآ ہونے کی دعا مانگی۔

اس کے بعد آپ ہندوستان واپس گئے۔ اب ان کے زیر مطالعہ شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ تھی۔ جس میں وہی تعلیمات بالتفصیل موجود تھیں جو شاہ اسحٰق تقاریر کی شکل میں دے چکے تھے۔ اس کتاب پر "فک کل نظام" کی دعوت دی گئی تھی۔ فک کل نظام کا مطلب تھا ہمہ گیر انقلاب۔ سماجی اور سیاسی زندگی کے ہر شعبے میں انقلاب اور اس انقلاب کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا تھا کہ فوجی طاقت سے برپا کیا جائے۔ آپ نے جس جگہ قیام کیا تھا وہاں حسن علی نامی ایک بزرگ بیٹھا کرتے تھے۔ امداد اللہ کو دیکھتے ہی انہوں نے وہ جگہ چھوڑ دی اور دوسری جگہ چلے گئے۔ امداد اللہ کو یہاں یکسوئی سے بیٹھ کر ایک عظیم الشان منصوبہ بنانا تھا۔ امداد اللہ کی تیز نظریں اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے رہی تھیں۔ معاشرتی اور سیاسی زندگی کا ہر شعبہ اتنا داغدار تھا کہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں کہاں پھایا رکھا جائے۔ امداد اللہ جس جگہ قیام فرما تھے۔ حضرت میاں جی نور محمد ملاقات کو پہنچے اور مل کر بہت خوش ہوئے۔ پڑوس میں ایک ایسا خاندان بھی رہتا تھا جو اس جگہ کی ملکیت کا دعویدار تھا۔ اور کوشش کر رہا تھا کہ یہ جگہ حکومت اسے دیدے میاں جی نور محمد کی بزرگی کا بڑا شہرہ تھا۔ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور درخواست کی "حضرت! آپ خدا سے دعا کریں کہ یہ جگہ سرکار میرے نام کر دے۔ آپ مستجاب الدعوات ہیں

تو آپ کی دعا رد نہیں کرے گا۔"

میاں جی نے کہا: "ہم ایک شرط پر دعا کرنے کو تیار ہیں۔"

اس شخص نے کہا "ارشاد" میں ہر ممکنہ شرط پوری کرنے کو تیار ہوں"

میاں جی نے کہا۔ ہمارے امداد کو بیٹھنے کی تکلیف ہے اگر تم بعد فیصلہ اس جگہ ایک سہ دری بنوانے کا وعدہ کرو تو ہم تمہارے حق میں دعا کر دیں گے۔ اور اس سہ دری میں امداد اللہ رہیں گے۔"

اس شخص نے وعدہ کر لیا۔ "مجھے منظور ہے آپ دعا فرمائیں۔"

میاں جی نے جاتے جاتے کہا "ہم دعا کرتے ہیں تم سہ دری کی تعمیر کی ہدایت کر دو۔"

کچھ عرصے بعد یہ شخص میاں جی کے پاس پہنچا اور انہیں حکومت کا وہ پروانہ دکھایا جس میں سرسری طور پر یہ اطلاع دی گئی تھی کہ سرکار نے اس کے حق ملکیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اس شخص نے خوش ہو کر کہا "یہ سب کچھ آپ کی دعا سے ہوا ہے۔"

میاں جی نے پوچھا "لیکن تمہیں اپنا وعدہ بھی یاد ہے؟"

اس شخص نے ذرا گھبرا کے جواب دیا "جی ہاں مجھے اپنا وعدہ یاد ہے لیکن ایک مشکل پیش آگئی ہے۔ جس نے مجھے تشویش میں ڈال دیا ہے۔"

میاں جی نے پوچھا "کیسی مشکل؟ کچھ ہمیں بھی بتاؤ۔"

اس شخص نے جواب دیا "حضرت آپ سے کیا چھپانا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میری مالی حالت زیادہ اچھی نہیں ہے۔ اس وقت میں نے آپ سے سہ دری بنانے کا جوش میں آ کے وعدہ تو کر لیا تھا لیکن اب جو اپنی حالت پہ غور کرتا ہوں تو خود کو اس کا اہل نہیں پاتا۔"

میاں جی نے بے نیازی سے پوچھا "پھر اب کیا ارادہ ہے؟"

جواب ملا "میں جزوی وعدہ پورا کر دوں گا۔ یعنی پوری سہ دری کی جگہ نصف تعمیر کرا دوں گا۔"

میاں جی نے لاپرواہی سے کہا "اچھا آدھی ہی سہی۔ جیسی تمہاری مرضی۔"

یہ شخص واپس گیا۔ اور کچھ ہی عرصہ بعد دوبارہ حاضر ہوا۔ اب اس کے ہاتھ میں حکومت کا ایک اور کاغذ تھا۔ اس نے یہ کاغذ میاں جی کی طرف بڑھا دیا۔ بولا "حضرت غضب ہو گیا، ستم ہو گیا، ذرا اسے ملاحظہ تو فرمایئے!"

میاں جی نے یہ کاغذ لے لیا اور اسے پڑھنے لگے۔ اس میں حکومت نے اس شخص کو اپنے فیصلے سے مطلع کیا تھا کہ "حکومت نے اس زمین کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ جب تک تم زندہ رہو گے اس زمین کے مالک رہو گے۔ لیکن مرنے کے بعد اس کا حق ملکیت حکومت کو واپس چلا جائے گا۔ وہ جسے مناسب سمجھے گی دے دے گی۔"

میاں جی نے پوچھا "تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

اس شخص نے تقریباً روتے ہوئے کہا "حضرت آدمی جو محنت مشقت کر کے جائیداد بناتا ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ اس کی اولاد یا متعلقین اس سے محروم رہیں۔ آپ کو میرے معاملے میں ایک بار اور دعا کرنا پڑے گی۔"

میاں جی نے جواب دیا "ہم دعا کیا خاک کریں، تو نے تو خود ہی آدھا کر دیا تھا۔ اب یہ شکایت کس بات کی؟"

اس شخص کی سمجھ میں معاملہ آگیا، بولا "میں وعدہ کرتا ہوں کہ پوری سہ دری بنا دوں گا۔ میں قول سے پھر جانے پر نادم ہوں۔"

میاں جی نے کہا "اچھا اب واپس جاؤ اور امداد اللہ کے لیے سہ دری بنوانے کی تیاری کرو۔"

چند دنوں بعد اس شخص کو حکومت کی طرف سے یہ اطلاع موصول ہوئی کہ زمین کی ملکیت موروثی قرار پائی۔ اس نے خوش ہو کے امداد اللہ کے لیے سہ دری تعمیر کرا دی۔

امداد اللہ نے اپنے حصے کی جائیداد بھی بھائیوں کو دے دی اور خود عسرت اور تنگ دستی میں گزر کرنے لگے۔ آنے جانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ان میں نہایت پڑھے لکھے لوگ بھی شامل تھے۔ ان پڑھے لکھے لوگوں سے ایک فہرست تیار ہونے لگی۔ جو ہمہ گیر انقلاب میں ان کے ساتھی بننے والے تھے۔ ان میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولوی محمد ضامن اور مولانا رشید احمد گنگوہی سر فہرست تھے۔ ہمہ گیر انقلاب برپا کرنے کے موضوع پر گھنٹوں بحثیں ہوتیں اور ایک شاندار فوجی انقلاب لانے کی تدابیر زیر بحث آتیں۔ آنے والوں میں ایک میر عبدالغنی بھی تھے۔ ان کی آمد و رفت اچانک موقوف ہو گئی۔ امداد اللہ نے کسی سے دریافت کیا۔ "کیا بات ہے، کئی دن سے میر عبدالغنی نظر نہیں آئے۔"

کسی نے جواب دیا "حضرت ان کا نہایت حسین و جمیل لڑکا انتقال کر گیا ہے۔ اس صدمے نے انہیں پاگل کر دیا ہے۔ وہ اپنے ہوش حواس ہی میں نہیں۔ مخبوط الحواس ہو گئے ہیں۔ آپ تک کیونکر آئیں۔"

آپ نے کہا "بھئی انہیں ایک بار ہمارے پاس تو لاؤ۔ ہم انہیں درست کر دیں گے۔"

جواب ملا "کوشش کریں گے۔ اگر آ گئے، تو آ گئے ورنہ زبردستی لانا بہت مشکل ہے۔"

"بہر حال لانے کی کوشش کرو"۔

انتظار میں کئی دن گزر گئے اور میر عبدالغنی کو نہیں لایا جا سکا۔ ایک دن راہ میں امداد اللہ کی ان سے ملاقات ہو گئی آپ نے مجذوبانہ میر عبدالغنی کا ہاتھ پکڑ لیا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ارشاد فرمایا

"عشق بر مردہ نباشد پائیدار"۔

میر عبدالغنی نے جھرجھری لی اور ہوش میں آ گئے۔ بے اختیار سینے سے لگ کر رونے لگے۔

اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ان کا یہی کام رہ گیا تھا کہ وہ سماجی اور سیاسی احوال کا جائزہ لیتے رہیں۔ اسی دوران شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصنیف نے کچھ اور انکشافات کئے جس سے دل و دماغ لرز جائیں اور جن کی صداقت ابدی تھی۔ شاہ ولی اللہ اپنی کتاب میں یہ اصرار کر رہے تھے "زمین کا حقیقی مالک اللہ ہے لیکن ظاہری نظام کے لحاظ سے مملکت ہے۔ باشندگان ملک کی حیثیت کسی مسافر خانے میں ٹھہرے ہوئے مسافروں جیسی ہے۔

سارے انسان برابر ہیں اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود کو دوسرے انسانوں کی گردنوں کا مالک تصور کرے۔

ملک کے سربراہ کی وہ حیثیت ہے جو کسی وقف کے متولی کی ہوتی ہے سربراہ وقف کے متولی کی طرح اتنا وظیفہ لے سکتا ہے کہ ملک کے عام باشندے کی طرح زندگی گزار سکے"۔

شاہ ولی اللہ کی اس کتاب میں اقتصادی اصول موجود تھے یہ بھی اپنی نوعیت اور تعریف کے اعتبار سے منفرد اور عجیب و غریب تھے۔ ان میں وہ حقائق بیان کئے گئے تھے۔ جو عام فہم نہ تھے۔ اور قبل از وقت تھے۔ جن کے رواج کے لئے یہ ضروری تھا کہ پہلے انسانوں میں ذہنی انقلاب برپا کیا جاتا اور جو مستقبل کی قسمت تھے۔ مزدور اور کاشت کار جن کا معاشرے میں کوئی مقام نہ تھا ان کے لیے شاہ ولی اللہ نے یہ لکھا تھا۔

"دولت کی اصل بنیاد محنت ہے۔ مزدور اور کاشت کار قوت کاسبہ ہیں جب تک کوئی شخص ملک اور قوم کے لیے کام نہ کرے ملک کی دولت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

مزدور اور کاشت کار اور وہ لوگ جو ملک و قوم کے لئے دماغی کام کریں، دولت کے اصل مستحق ہیں۔ ان کی ترقی اور خوشحالی ملک اور قوم کی ترقی اور خوشحالی ہے۔ جو نظام ان قوتوں کو دبائے وہ ملک کے لئے خطرہ ہے اور اس کو ختم ہو جانا چاہیئے۔

جو سماج محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے مزدوروں اور کاشت کاروں پر بھاری محصول لگائے قوم کا دشمن ہے اسس کو ختم ہو جانا چاہیئے۔

ضرورت مند مزدور کی رضامندی قابل اعتبار نہیں جب تک اس کی محنت کی وہ قیمت نہ ادا کی جائے جو امداد باہمی کے اصول پر لازم آتی ہے۔

کام کے اوقات محدود کئے جائیں اور مزدوروں کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہیے کہ وہ اخلاقی اور روحانی اصلاح کر سکیں۔ اور ان کے اندر مستقبل کے متعلق غور و فکر کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔

وہ کاروبار جو دولت کی گردش کو کسی خاص طبقے میں محصور کر رہے ملک کے لئے تباہ کن ہے۔

روٹی، کپڑا اور مکان اور ایسی استطاعت کہ آدمی شادی کر سکے اور بچوں کو تعلیم و تربیت دے سکے۔ بلالحاظ مذہب و نسل ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔

وہ شاہانہ نظام زندگی جس میں چند اشخاص یا چند خاندانوں کے عیش و عشرت کی وجہ سے دولت کی صحیح تقسیم میں خلل واقع ہو رہا ہو۔ اس کا مستحق ہے کہ اسس کو جلد از جلد ختم کر دیا جائے تاکہ عوام کی مصیبت ختم ہو جائے اور ان کو مساویانہ زندگی کا موقع ملے"۔

فوجی تیاریوں کو جہاد کا نام دیا گیا۔ اور طے یہ پایا گیا کہ پہلے مغل فرماں روا کو حمایت و تائید میں لیا جائے۔ اس کے بعد ملک کی سب سے بڑی قوت انگریز کے خلاف جنگ چھیڑ دی جائے۔ اور انہیں ملک سے باہر نکال کیا جائے۔ ایک فوجی تنظیم قائم کی گئی اور اس تنظیم کا امیر امداد اللہ کو بنا دیا گیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی حافظ ضامن اور مولانا محمد منیر کو فوج، حفاظت، عدل و قانون وغیرہ کے شعبے دیئے گئے۔ اور یہ طے پایا کہ مغل تاجدار کو بھی اسس تنظیم میں شامل کر لیا جائے۔ بادشاہ کے منہ چڑھے نواب شبیر علی مراد آبادی کو بادشاہ کے پاسس روانہ کر دیا گیا تاکہ وہ اس انقلابی تنظیم کے اغراض و مقاصد سے بادشاہ کو اچھی طرح آگاہ کر دیں۔ انگریز بھی اسس تنظیم سے غافل نہیں تھا۔ اسی دوران رئیس تھانہ بھون قاضی عنایت علی کے بھائی عبدالرحیم سہارن پور ہاتھی خریدنے تشریف لے گئے۔ سہارن پور کے انگریز مجسٹریٹ را اسپنکی نے انہیں گرفتار کر لیا اور پھانسی پر لٹکا دیا۔

جنرل بخت خان دہلی میں فوجوں کی قیادت کر رہے تھے اور جنرل بخت خاں کی نگرانی مولانا سردار علی کر رہے تھے۔ یہ مولانا بھی اسی تنظیم کے آدمی تھے۔ اسی دوران امداد اللہ بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دہلی پہنچ گئے۔ انہوں نے جامع مسجد میں بادشاہ سے ملاقات کی۔ اور اسے اپنے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔ بادشاہ میں اتنا دم ہی نہ تھا کہ وہ ان کی مخالفت کرتا۔ ایک طرف تو وہ انگریزوں کا وظیفہ

خوار تھا۔ دوسری طرف وہ امداد اللہ کی تنظیم کا ساتھ دینے پر آمادہ تھا۔ بادشاہ میں قوت فیصلہ تھی ہی نہیں۔ جو سامنے آتا وہ اسی کے ساتھ ہو جاتا اس کمزور دل اور مرغ باد نما کی طرح سمتیں بدلنے والے بادشاہ کی وجہ سے اس انقلابی تنظیم کو یہ خوش فہمی پیدا ہو گئی کہ دہلی میں صالح نظام کے قیام کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔ علمائے کرام نے اپنی طرف سے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اور امیر تنظیم امداد اللہ پر دباؤ ڈالنے لگے کہ وہ بھی فتوے کی توثیق کر دیں۔ اس مقصد کے لیے ایک مجلس بیٹھی اور معاملات مذکورہ زیر بحث آئے۔ اس مجلس کا ایجنڈا تھا "اعلان جہاد"۔

اجلاس شوریٰ میں تمام حاضر ارکان نے اقدام (جہاد) کا فیصلہ کیا۔ صرف ایک بزرگ مولانا شیخ محمد تھانوی نے مخالفت کی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے شیخ محمد کو مخاطب کرتے ہوئے ادب سے عرض کیا۔

"حضرت! کیا وجہ ہے کہ آپ ان دشمنانِ دین (انگریزوں) پر جہاد کو فرض بلکہ جائز تک نہیں قرار دے رہے؟"

مولانا محدث نے جواب دیا۔ "اس لیے کہ ہمارے پاس اسلحہ اور آلات جہاد موجود نہیں ہیں۔ ہم بالکل بے سروسامان ہیں۔"

مولانا قاسم نانوتوی نے کہا۔ "کیا ہمارے پاس اتنا سامان بھی موجود نہیں جتنا کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے پاس موجود تھا؟"

مولانا محمد محدث نے کہا۔ "اگر آپ کی تمام حجتیں اور باتیں مان لی جائیں تو سب سے بڑی شرط جہاد نصب امام کی ہے۔ وہ شخص کہاں ہے جسے امام بنا کر اس کی قیادت میں جہاد کیا جائے؟"

مولانا قاسم امداد اللہ کی طرف بڑھتے ہوئے بولے۔ "نصب امام میں کتنی دیر لگتی ہے۔ مرشد برحق حضرت حاجی امداد اللہ ہم میں موجود ہیں۔ انہی کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی جائے۔"

شریک مجلس اور جنگی امور کے نگراں مولانا ضامن نے کہا۔ "مولانا بس کیجیے بات سمجھ میں آگئی۔"

اس کے بعد مجلس کے سبھی حضرات امداد اللہ کی طرف بڑھے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اس کے بعد سرفروشوں کا قافلہ شاملی (مظفر نگر) کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہاں کا راجہ پہلے ہی سے انگریزوں کے خلاف تھا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ امداد اللہ تو امام تھے، اور مولانا قاسم نانوتوی سپہ سالار۔ مولانا رشید احمد گنگوہی قاضی، مولانا منیر اور حافظ ضامن میمنہ اور میسرہ کے افسر تھے۔ ان لوگوں کے آس پاس لوگ جمع ہونے لگے اور بہت جلد اتنی طاقت ہو گئی کہ تھانہ بھون کے آس پاس سے انگریزوں کے ماتحت حکام نکال دیئے گئے اور ان حضرات نے یہاں کا نظم ونسق سنبھال لیا۔ اسی دوران میں انہیں خبر ملی کہ انگریزی توپ خانہ حرکت میں آچکا ہے۔ انگریزی توپخانہ جدید اسلحہ سے لیس تھا۔ اس کے برعکس ان حضرات کے پاس تلواریں تھیں توڑے دار بندوقیں تھیں اور برچھے تھے۔ توپ کسی کے پاس بھی نہ تھی جب انگریزی توپ خانہ ایک باغ کے کنارے سے گزر رہا تھا تو باغ میں چھپی ہوئی جمعیت نے اس پر اچانک حملہ کر دیا۔ اور سراسیمہ اور بدحواس انگریزی توپ خانے والوں کو شکست دے کر سامان پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس کے بعد شاملی پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔ یہ مقابلے جاری ہی تھے کہ حافظ ضامن شہید ہو گئے۔ کہتے ہیں انگریزوں کے خلاف معرکہ آرائی میں مشہور بزرگ حضرت فضل الرحمن گنج مرادآبادی بھی شریک تھے عین جنگ کے دوران یہ انگریزوں کے مقابلے سے ہٹ گئے اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ایک طرف روانہ ہو گئے۔ کسی نے ان سے سوال کیا۔ "حضرت آپ کہاں تشریف لئے جاتے ہیں؟"

مولانا فضل الرحمن نے جواب دیا۔ "انگریزوں سے جنگ کرنے کا فائدہ؟ میں نے ان کی صفوں میں خواجہ خضر کو دیکھا ہے، تم لوگ ناکام رہو گے۔"

اسی عالم میں یہ معلوم ہوا کہ انگریز دہلی پر قابض ہو گئے ہیں اور مغل بادشاہ گرفتار کر لیا گیا۔ دہلی کے تسلط کے بعد انگریزوں نے قرب وجوار کو سر کرنا شروع کر دیا۔ شاملی، سہارن پور اور مظفر نگر کی باری بھی آگئی۔ حاجی امداد اللہ کی جماعت نے انگریزوں کو روکنے کی بھرپور کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ تحریک کے بنیادی ارکان اِدھر اُدھر روپوش ہو گئے۔ انگریزی حکومت نے ان کے خلاف وارنٹ جاری کر دیئے۔ حاجی امداد اللہ پنجلاسہ (انبالہ) پہنچ گئے یہاں کا رئیس راؤ عبداللہ خاں آپ کا بہت معتقد تھا۔ انگریزوں کا وفادار لیکن آپ کا ارادت مند۔ کوئی دوسرا ہوتا تو حاجی امداد اللہ جیسے باغی کو اپنے گھر میں ہرگز پناہ نہ دیتا۔

راؤ عبداللہ خاں آپ کو تخلیے میں لے گیا اور آہستہ سے سوال کیا۔ "حضرت! رات کی تاریکی میں یہاں تک آتے ہوئے آپ کو کسی نے دیکھا تو نہیں؟"

آپ نے جواب دیا۔ "راؤ عبداللہ! تم گھبراتے کیوں ہو؟ ہم تمہارے گھر میں نہیں رہیں گے۔"

راؤ نے عقیدت سے کہا۔ "پنجلاسہ میری جاگیر ہے، اس جاگیر میں میرے ہوتے ہوئے آپ کہیں اور نہیں ٹھہر سکتے۔"

آپ نے فرمایا۔ "ہم نے یہ کہا ہے کہ تمہارے گھر میں نہیں رہیں

گے۔ کیونکہ فرنگی ہمیں ہمارے نقشِ پا کے سہارے ڈھونڈتے چلے آ رہے ہیں" راؤ ان کی باتیں نہیں سمجھ سکا، بولا" حضرت میں آپ کا ارشاد نہیں سمجھا" آپ نے جواب دیا" ہم تمہارے اصطبل کی اس کوٹھری میں رہ لیں گے جس میں تم اپنے مویشیوں کا چارہ وغیرہ رکھا کرتے ہو"

راؤ کو آپ کی بات سے دکھ پہنچا، بولا" یہ میں کس طرح گوارا کر سکتا ہوں کہ آپ میری موجودگی، علم اور جاگیرداری میں ایسی بری جگہ اقامت فرمائیں"

آپ نے متبسم ہو کر فرمایا" جو ہم کہتے ہیں اس میں تم دخل مت دو کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری اور تمہاری بہتری اسی میں ہے"

راؤ نے ہر طرح یہ کوشش کی کہ حاجی امداد اللہ اپنی اقامت کے لئے کوئی اور جگہ پسند فرمالیں۔ لیکن یہ نہیں مانے اور مجبوراً آپ کی جائے نماز، لوٹا اور ایک چوکی مویشیوں کے چارے اور گھاس کی کوٹھری میں پہنچا دی گئیں۔

فجر کی نماز سے فارغ ہو کر راؤ عبداللہ خان لوگوں کی نظروں سے بچتے ہوئے حاجی صاحب کی کوٹھری میں پہنچا۔ اس وقت تک سورج طلوع ہو چکا تھا۔ اور حاجی صاحب نمازِ اشراق ادا کر رہے تھے۔ راؤ عبداللہ خان انہیں نماز میں مشغول دیکھ کر واپس آ گئے۔ یہ ابھی اپنی حویلی کے دروازے پر پہنچے ہی تھے کہ سامنے سے انگریزی سپاہ کی ایک گارد آتی دکھائی دی۔ انگریز کلکٹر آگے آگے تھا۔ یہ کلکٹر ہونے کے ساتھ ہی مجسٹریٹ ضلع بھی تھا۔ راؤ عبداللہ خان اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر ٹھٹکا اور خطرے کی بو محسوس کرنے لگا۔ پھر یہ سوچ کر کہ جو ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ عاجز اور بے بس انسان کا مشیت ایزدی میں کیا دخل، ہمت کر کے مجسٹریٹ کے استقبال کو آگے بڑھا۔ اور سلام دعا کے بعد نہایت تپاک سے ہاتھ ملایا۔ اور کہا" جناب والا! زہے نصیب آپ میرے غریب خانے پر تشریف لائے۔ خوش قسمتی بلند طالعی، آیئے تشریف لایئے، اس وقت صبح صبح زحمت فرمائی کا کوئی تو مقصد ہوگا۔ براہ کرم اس سے مطلع فرما کر اس ناچیز کو خدمت گزاری کا موقع عطا فرمائیں۔"

مجسٹریٹ راؤ کی خوش اخلاقی سے متاثر ہوا۔ کہاں تو یہ ارادہ کرکے آیا تھا کہ اچانک چھاپہ مار کر حاجی امداد اللہ کو برآمد کرے گا۔ لیکن راؤ کے اطمینان، اعتماد اور خوش اخلاقی نے اسے مذبذب کر دیا اسے جس مخبر نے خبر دی تھی اس نے یہاں تک بتا دیا تھا کہ حاجی صاحب اصطبل یا اس کے آس پاس موجود کوٹھریوں میں کسی ایک میں روپوش ہیں۔ مجسٹریٹ کو یقین تھا کہ وہ حاجی صاحب کو یہیں کہیں سے برآمد کر لے گا۔ راؤ عبداللہ خان کی خوش اخلاقی کا پرجوش اخلاقی سے جواب دیا" راؤ صاحب ہم نے سن رکھا ہے کہ آپ کے اصطبل میں بڑے اچھے اچھے اور اعلا نسل کے گھوڑے موجود ہیں۔ اور ان میں ایک ایسا گھوڑا بھی موجود ہے جس کی دور دور تک کوئی مثال نہیں ملتی۔ ہم تمہارا اصطبل دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور خاص کر وہ گھوڑا بھی جس کا دور دور شہرہ ہے"

راؤ عبداللہ خان سناٹے میں آ گیا۔ لیکن اندر کی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا" جو کچھ آپ نے سنا ہے ممکن ہے صحیح ہی ہو۔ اگر آپ کو ہمارے اصطبل کا کوئی گھوڑا پسند آ گیا تو یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی۔ اور ہم وہ گھوڑا بخوشی آپ کی نذر کر دیں گے۔ آیئے ہمارے ساتھ تشریف لایئے اور اصطبل کے گھوڑے ملاحظہ فرما لیجئے"

مجسٹریٹ، راؤ عبداللہ خان کے ساتھ اس کے اصطبل میں داخل ہو گیا۔ راؤ عبداللہ خان نے ایک ایک کرکے اصطبل کے تمام گھوڑے دکھا دیئے مجسٹریٹ گھوڑوں کے ساتھ ساتھ راؤ کے چہرے کا بھی جائزہ لیتا جا رہا تھا۔ وہ راؤ کے چہرے پر خوف یا تشویش کے آثار دیکھنا چاہتا تھا لیکن راؤ میں ذرا بھی گھبراہٹ نہ پائی جاتی تھی۔ مجسٹریٹ کو اس مخبر پر غصہ آنے لگا۔ جس نے اسے یہ جھوٹی خبر دی تھی کہ حاجی امداد اللہ راؤ عبداللہ خان کے اصطبل وغیرہ میں کہیں روپوش ہیں۔ مجسٹریٹ اصطبل کے گھوڑوں کو دیکھتا جا رہا تھا۔ اس کوٹھری کے دروازے پر بھی پہنچ گیا جہاں حاجی امداد اللہ واقعی روپوش تھے۔

مجسٹریٹ نے راؤ سے پوچھا اور اس میں کیا ہے؟۔

راؤ نے جواب دیا یہ اصطبل نہیں ہے۔ اس میں گھاس اور مویشیوں کا دوسرا چارہ رکھا جاتا ہے۔

مجسٹریٹ نے پیشانی پر تردد کی شکنیں ڈالیں۔ بولا" گھاس اور مویشیوں کا دوسرا چارہ؟ کیا مطلب! کیا مویشی گھاس کے علاوہ بھی کچھ کھاتے ہیں؟"

راؤ نے جواب دیا۔" جی ہاں، دالیں، کھل، چوکر، کربی اسی طرح کی اور بہت ساری چیزیں۔"

مجسٹریٹ نے ہاتھ کے اشارے سے کہا۔" ذرا کھلواؤ تو ہم بھی تو دیکھیں کہ مویشی کون کون سی چیزیں اور کھاتے ہیں؟"

راؤ کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ اللہ کا نام لے کر یہ کوٹھری بھی کھلوا دی۔ جب کوٹھری کے دونوں پٹ کھل رہے تھے تو راؤ کے دل کی کچھ عجیب سی کیفیت تھی۔ کوٹھری کے دونوں پٹ کھل گئے خالی چوکی، چوکی پر بچھا ہوا مصلاً، کنارے لوٹا رکھا تھا۔ اور چوکی کے نیچے کی

زمین تر تھی۔ گویا ابھی ابھی وضو کیا گیا تھا۔ یہ تمام چیزیں موجود تھیں۔ لیکن حاجی امداد اللہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔

مجسٹریٹ نے اپنے آدمیوں کی مدد سے کوٹھری کا کونا کونا چھان مارا۔ لیکن حاجی صاحب کا وہاں کہیں پتہ نہ تھا۔ مجسٹریٹ چوکی مصلّے اور لوٹے کی موجودگی کو کس طرح نظر انداز کر سکتا تھا۔ دریافت کیا۔" راؤ صاحب یہ سامان یہاں کیوں رکھا ہے۔؟"

راؤ نے جواب دیا۔" جناب میں یہاں نماز پڑھتا ہوں۔"

مجسٹریٹ نے گردن اُچکائی اور قدرے منہ ٹیڑھا کیا۔" آپ اس اصطبل میں مولیشیوں کے چارے کی کوٹھری میں نماز پڑھتے ہیں؟ عجیب سی بات ہے۔ حالانکہ ہم نے یہ سنا ہے کہ مسلمان لوگ مسجد میں نمازیں پڑھتے ہیں۔"

راؤ نے جواب دیا۔" آپ نے بھی درست ہی سن رکھا ہے ہمارے مذہب میں نمازوں کی بابت یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہر مسلمان نمازیں تو مسجد میں ادا کرے۔ لیکن نفلیں چھپ کر کسی چوری کی جگہ پڑھنی چاہئیں۔ اور اس حکم خداوندی کی تعمیل میں ہم لوگ اشراق اور نفل نمازیں یہیں پڑھ لیا کرتے ہیں۔"

لاجواب مجسٹریٹ مایوس ہو کر باہر نکلا اور اپنی راہ لینے سے پہلے آخری بار کہا۔" راؤ صاحب! ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ کا اتنا وقت برباد کیا۔ اس کا ہمیں ہمیشہ احساس رہے گا۔"

راؤ نے انکسار سے جواب دیا۔" آپ قطعی افسوس نہ کریں کیونکہ آپ کو کسی اعلیٰ نسل کے گھوڑے کی تلاش تھی جو بدقسمتی سے ہمارے یہاں نہ نکل سکا۔ لیکن اب ایسا بھی نہیں ہے کہ آپ ہمیشہ اپنی مطلوبہ شے نہ پا سکیں آپ مجھے ایک ذرا سا موقع عنایت فرمائیں میں آپ کی خواہش کسی بھی طرح پوری کرا دوں گا۔"

مجسٹریٹ نے ان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور چلا گیا۔ راؤ دوبارہ اسی کوٹھری میں داخل ہوا، دیکھا، حاجی امداد اللہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس کی عقل چکرا گئی۔ وہ کوئی سوال بھی نہ کر سکا اور اسے ان کی کرامت پر محمول کیا۔

حاجی امداد اللہ کی طرف سے مولانا رشید گنگوہی بہت بے چین اور مضطرب تھے۔ انہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ حاجی صاحب کہاں روپوش ہیں۔ اور کیا ارادہ رکھتے ہیں۔ آزادی سے کہیں تلاش بھی نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ مولانا رشید احمد گنگوہی کا وارنٹ گرفتاری بھی کٹ چکا تھا۔ اور وہ بھی انگریزوں کو مطلوب تھے۔ اسی افراتفری میں کسی نے مولانا رشید احمد گنگوہی کو یہ خبر دی کہ حاجی امداد اللہ انبالہ کی جاگیر پنجلاسہ میں راؤ عبداللہ خاں کے مہمان ہیں۔ یہ چھپتے چھپاتے پنجلاسہ کے قریب پہنچ گئے۔ اور بروقت تمام ملاقات کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ بہت روئے اور دریافت کیا۔ "حضرت! اب کیا منصوبہ ہے؟"

حاجی امداد اللہ نے جواب دیا۔" مشیت کو ابھی وہ سب منظور نہیں شاید جو ہم چاہتے ہیں۔ اور وہ یہی کام شاید کسی اور سے لینا چاہتی ہے۔"

مولانا گنگوہی نے سوال کیا۔" حضرت! میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

حاجی امداد اللہ نے جواب دیا۔" ہماری باتوں کا جو مطلب ہے، وہ بہت صاف ہے۔ ہم مکہ معظمہ جا رہے ہیں اور وہیں سے اپنی تحریک جاری رکھیں گے۔"

مولانا گنگوہی نے پوچھا" میرے لیے کیا حکم ہے؟"

حاجی صاحب نے جواب دیا۔" تم یہیں ہندوستان میں رہو گے۔"

مولانا گنگوہی نے اضطراب سے پوچھا۔" میں آپ کی عدم موجودگی میں یہاں کیا کروں گا؟"

حاجی صاحب نے جواب دیا۔" قدرت تم سے کوئی بڑا کام لینا چاہتی ہے۔ اسی لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم یہیں رہو اور فرمان خداوندی کا انتظار کرو۔"

مولانا گنگوہی کا دل بھر آیا اور وہ آنسو برسانے لگے۔ حاجی صاحب نے پوچھا" تم روتے کیوں ہو؟"

مولانا گنگوہی نے جواب دیا۔" آپ کی مفارقت کا غم ایسا نہیں ہے کہ آسانی سے جھیل لیا جائے۔ بہر حال آپ فرماتے ہیں تو ہم یہی ہندوستان میں رہیں گے۔ اور وہ کام انجام دینے کی کوشش کریں گے۔ لیکن ایک بات طے ہے وہ یہ کہ جلد یا بدیر انگریز ہمیں گرفتار کرے گا۔ اس وقت آپ سے ملاقات کی کیا سبیل ہو گی؟"

حاجی صاحب نے جواب دیا۔" تم واقعی گرفتار کر لیے جاؤ گے۔ لیکن ہم بھی یہ وعدہ کرتے ہیں کہ جانے سے پہلے تم سے ملیں گے ضرور!"

مولانا گنگوہی واپس گئے اور گرفتار کر لئے گئے۔

حاجی امداد اللہ کو ایک بار پھر انگریزی دوڑ کا سامنا کرنا پڑا۔ حاجی صاحب جس مکان میں قیام فرماتے تھے پولیس وہاں پہنچ گئی۔ اس وقت حاجی صاحب مکان کے کھلے حصے میں چارپائی پر دراز تھے۔ یہ مکان ایک زمیندار کا تھا۔ سپاہیوں کو اپنے مکان میں داخل ہوتا دیکھ کر زمیندار نے اپنے نوکروں کو حکم دیا۔" تم لوگ کیا کر رہے ہو؟" سپاہیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔" یہ لوگ آئے ہیں ان کی مدد کرو اور مکان کے اندر اور باہر ان کی رہنمائی کرو۔" پھر حاجی صاحب کے اوپر لحاف ڈال دیا اور ڈانٹ کر ملازمین کو حکم دیا۔" اس بڈھے کو کھیت میں ڈال آؤ۔ اس نے کھانس کھانس کے اور تھوک

محلوک کے سارے گھر کو گندا کر رکھا ہے۔"

ملازمین نے سپاہیوں کی موجودگی میں حاجی صاحب کی چارپائی کو سرہانے اور پائنتی سے پکڑا اور کھیت میں ڈال آئے سپاہیوں نے انہیں گھر کے کونے کونے میں چھان مارا، اور بے نیل و مرام واپس گئے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ مظفر نگر کی گڑھی پختہ میں بھی پیش آیا تھا۔" اس زمانے میں گڑھی پختہ، سہارنپور میں داخل تھی یہاں کے رئیس نے حاجی صاحب کو پناہ دی۔ لیکن مخبروں نے مجسٹریٹ ضلع کو مطلع کر دیا اور پولیس کپتان گارد لے کر رئیس کی حویلی میں داخل ہو گیا۔ اس علاقے کے تھانیدار خواجہ احمد حسین تھے۔ انہیں بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کے حلقے میں اس علاقے کے جس رئیس کی حویلی میں چھاپہ پڑ رہا ہے۔ وہ حاجی امداد کی گرفتاری کی کوششوں سے تعلق رکھتا ہے۔ حویلی کے دروازے پر پہنچنے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ یہ سب کچھ غالباً حاجی امداد اللہ کی گرفتاری کے سلسلے میں ہو رہا ہے۔ لیکن اب معاملہ بہت آگے پہنچ چکا تھا اور تیر کمان سے چھوٹ چکا تھا۔ معلوم نہیں کس ذہن کو ایک عجیب و غریب ترکیب سوجھ گئی۔ انہوں نے حویلی کے دروازے پر ہی سے چلانا چیخنا شروع کر دیا۔ حویلی کے رئیس کا نام لے کر گالیاں دینا شروع کر دیں اور دھونس دیتے ہوئے کہا۔ "کدھر ہے او نمک حرام، ذرا باہر تو نکل، سرکار کے باغیوں کو اپنی حویلی میں پناہ دیتا ہے۔ خدا کی قسم آج دیکھنا ہے کہ تو کس طرح بچتا ہے۔ اس جرم میں اگر تیرا علاقہ ضبط نہ کرا دیا ہو تو خواجہ احمد حسین نہیں [illegible] کہلانا پسند کروں گا۔" رئیس کے کانوں میں یہ آواز جو پڑی تو اس نے فوراً حاجی صاحب کو کسی اور جگہ بھیج دیا اور یہ چھاپہ بھی ناکام رہا۔

مولانا گنگوہی قید خانے میں اذیتیں جھیل رہے تھے انہیں حاجی صاحب کا انتظار تھا۔ وہ پریشان تھے کہ حاجی صاحب ان سے کیسے ملاقات کریں گے۔ اگر وہ یہاں حسب وعدہ ملنے آئے بھی تو فوراً گرفتار کر لئے جائیں گے اور مولانا گنگوہی کو یہ منظور نہ تھا۔ کہ حاجی صاحب گرفتار کر لئے جائیں۔"

ایک دن عصر سے کچھ پہلے مولانا گنگوہی نے نیم غنودگی میں دیکھا کہ حاجی صاحب ان کے سامنے کھڑے ہیں اور کچھ ارشاد فرما رہے ہیں مولانا گنگوہی نے حیرت سے پوچھا۔ "حضرت! یہ آپ یہاں تک کیسے پہنچ گئے، کیا باہر پہرے دار موجود نہیں ہیں؟"

حاجی صاحب نے جواب دیا۔ "وہ موجود ہیں۔ لیکن ہم نے تم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جانے سے پہلے تم سے ملاقات ضرور کریں گے۔ چنانچہ اپنا وعدہ پورا کرنے آ گئے ہیں۔ اب ہم سرزمین حجاز جا رہے ہیں۔"

مولانا گنگوہی اداس ہو گئے، بولے "لیکن پہرے داروں نے آپ کو یہاں تک کیسے آنے دیا؟ کیا واپس جاتے ہوئے آپ کو گرفتار نہیں کر لیں گے؟"

حاجی صاحب واپس جاتے ہوئے بولے۔ "ہم جس طرح آئے ہیں اسی طرح واپس بھی جائیں گے۔ تم ہماری فکر نہ کرو۔"

مولانا گنگوہی نے پوچھا۔ "حضرت! میرا کیا انجام ہو گا؟"

حاجی صاحب نے جواب دیا۔ "تم فکر نہ کرو۔"

اس کے بعد حاجی صاحب پاک پتن چلے گئے۔ کچھ دن وہاں رہے۔ یہاں سے حیدر آباد سندھ میں داخل ہو گئے۔ اور حیدر آباد سندھ سے رخصت ہو کر کراچی میں قیام کیا۔ کراچی سے مکہ معظمہ چلے گئے۔

اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ آپ مناسک حج ادا فرما رہے تھے کہ یکایک اپنے ایک ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر کنارے لے گئے اور افسردگی سے فرمایا "دیکھ اور ستم سنے، آج تو غضب ہو گیا۔"

ساتھی نے گومگو جواب دیا۔ کیا ہوا حضرت؟ میں نے تو کچھ بھی نہیں سنا۔"

آپ نے گردن جھکائی اور افسوس سے کہا۔ "رشید احمد کو پھانسی کا حکم ہو گیا، بہت برا ہوا۔"

ساتھی نے پوچھا "کس نے بتایا؟"

آپ نے جواب دیا۔ "بتلانے کا کون، بس ابھی ابھی پتہ چلا ہے۔"

ساتھی حیرت سے صورت دیکھتا رہ گیا۔ آپ نے کچھ توقف کے بعد فرمایا۔ "بہر حال ہم پھانسی نہیں ہونے دیں گے۔ یہاں اتنی دور سے جو کچھ کر سکتے ہیں ضرور کریں گے۔"

ساتھی کی سمجھ میں یہ باتیں تو آ رہی تھیں، لیکن وہ اس کی تفصیل جاننے کا خواہشمند تھا۔"

اس بات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ اٹھے اور مولوی ولایت حسین اور مولوی مظفر حسین کاندھلوی کو اپنے ساتھ لیا اور شہر سے باہر چل پڑے۔ بارش شروع ہو چکی تھی۔ پانی سے دھل کر سبزہ جوان ہو گیا تھا اپنے دونوں ہمراہیوں کو لے کر آپ سبزے پر بیٹھ گئے اور گردن جھکا کر خاموشی اختیار کی۔ دونوں ساتھی چہرے کے اتار چڑھاؤ پر غور کرتے رہے۔ پھر سر اٹھایا تو ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھل رہی تھی۔ بولے "چلو اٹھو واپس چلیں کام ہو گیا۔"

مولوی ولایت حسین نے سوال کیا "کیا کام؟ کس کا کام؟ کہاں

ہو گیا کام؟"

حاجی صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے، بولے "رشید احمد کو اب پھانسی نہیں دی جائے گی۔ پھانسی کا حکم ٹل گیا"۔

کچھ دنوں بعد مولانا گنگوہی کی سزائے موت اور اس کی منسوخی کی خبر اس ترتیب سے وصول ہو گئی"۔

مکہ معظمہ میں امیر احمد رامپوری بھی قیام فرما تھے یہ صاحب بھی انگریزوں کو درکار تھے۔ گرفتاری کے ڈر سے وطن جانے کا خیال تک دل میں نہ لاتے تھے ایک دن گھر کی یاد غالب آگئی اور یہ حاجی صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے"۔ حاجی صاحب نے صورت دیکھتے ہی کہا ہندوستان جانا چاہتے ہو؟ جاؤ لیکن گرفتار ہو جاؤ گے"۔

امیر احمد نے خاموشی اختیار کر لی لیکن ایک دن پھر حاضر ہوئے اور اپنا پرانا جملہ ایک بار پھر دہرایا حاجی صاحب کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہو گئیں۔ اور ترش لہجے میں کہا "کیا تم گرفتار ہونا چاہتے ہو؟ اگر جی گرفتاری پر مائل ہے تو اسی وقت ہندوستان چلے جاؤ"۔

امیر احمد نے جواب دیا "حضرت! کون ہے وہ شخص جو اپنی گرفتاری سے خوش ہو گا"۔

آپ نے کہا "تو خوش ہو گا، ہمیں معلوم ہے کہ تو خوش ہو گا"۔ جا چلا جا اور دیکھ کر کیا چیز ظاہر ہوتی ہے"۔

کسی شخص نے امیر احمد سے تخلیے میں کہا "جناب! آپ ہندوستان فوراً روانہ ہو جائیں قبلہ حاجی صاحب جیسے فرما رہے ہیں ان شاء اللہ ویسا ہی ظہور پذیر ہو گا"۔

امیر احمد رام پوری اللہ کا نام لے کر ہندوستان میں داخل ہو گئے۔ دہلی پہنچ کر ایک مسجد میں قیام کیا۔ سکون اور اطمینان کا سبب یہ تھا کہ حضرت مبہم لفظوں میں رہائی کا حکم فرما چکے تھے۔ امیر احمد نے چند دن حجرے میں رہ کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا"۔

ان پر مقدمہ چلا اور مجسٹریٹ دانت پیس کر رہ جاتا اور یہی کہتا کہ "امیر احمد میں تمہیں دار پہ نہ چڑھاؤں تو میرا نام نہیں"۔

امیر احمد نے حقارت سے جواب دیا۔ کیا تم پاگل ہو؟ کیا اوٹ پٹانگ حرکتیں کر رہے ہو"۔

مجسٹریٹ نے کہا "ہم نہیں، تم ہو گئے ہو"۔

اس کے بعد انہیں جیل بھیج دیا گیا اور مقدمات چلنے لگے آخر کار انہیں تمام مقدمات سے بری کر دیا گیا اور یہ اپنے گھر رام پور چلے گئے۔

میرٹھ کی نئی آبادی کے ایک صاحب حج کے لئے جا رہے تھے انہیں حاجی امداد اللہ سے والہانہ عقیدت تھی۔ انہوں نے حاجی امداد اللہ کا نام سنا تھا۔ صورت نہیں دیکھی تھی، ان صاحب نے حج پر روانگی سے پہلے حاجی صاحب کے لئے ایک کمل تیار کرائی اور دوسرے سامان کے ساتھ لے کر حج کیلئے روانہ ہو گئے"۔

جب ان کا جہاز سمندر میں ہچکولے کھاتا جدے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ یہ یکایک طوفان میں پھنس گئے، مسافروں پر آنی دہشت اور بدحواسی طاری ہوئی کہ بے معنی شور و غل کرنے لگے۔ عجیب افراتفری اور نفسا نفسی کا عالم تھا۔ انسانی فطرت کا تضاد جہاز پر بھی نظر آ رہا تھا۔ کچھ خوف سے موت کا استقبال کر رہے تھے اور انہوں نے اپنے آس پاس موجود اپنے عزیزوں کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ اور موت اور اپنی ذات کے سوا انہیں کچھ نظر ہی نہ آ رہا تھا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو موت کا استقبال اپنے عزیزوں اور بچوں کے ساتھ خوش دلی سے کرنا چاہتے تھے۔ حاجی امداد اللہ کا پرستار اور معتقد جہاز کے ایک کونے میں چلا گیا۔ اور وہاں بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں اور موت کا انتظار کرنے لگا۔ مایوسی اور دل شکستگی نے دل کا عجیب حال کر رکھا تھا۔ وہ جہاز سے پہلے ہی دم بہ دم ڈوبتا جا رہا تھا اسی عالم میں ذرا غفلت سی طاری ہو گئی۔ اس غفلت میں اس شخص نے دیکھا کہ کوئی صاحب سامنے کھڑے اس سے کہہ رہے ہیں کہ حاجی امداد اللہ کی کمل کہاں ہے؟"

اس شخص نے جواب دیا "حضرت آپ دیکھ نہیں رہے کہ جہاز طوفان میں پھنسا ہوا ہے ذرا دیر بعد ہم سب اور یہ جہاز کمل سمیت سمندر کی تہہ میں چلا جائے گا"۔

ان بزرگ نے متبسم ہو کر فرمایا "پریشان مت ہو، اٹھ کر بیٹھ جاؤ کون کہتا ہے کہ یہ جہاز ڈوب جائے گا۔ تھوڑی ہی دیر بعد موافق ہوائیں چلنے والی ہیں۔ اور یہ جہاز طوفان سے بچ نکلے گا۔" اس کے بعد کہا "لاؤ وہ کمل تو دیدو مجھے"۔

یہ شخص گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا کہ وہ کمل ان صاحب کے حوالے کر دے لیکن ہوش و حواس جب ذرا بجا ہوئے تو پتہ چلا کہ سامنے وہ شخص موجود ہی نہیں ہے۔ لیکن اس واقعے کو خواب یا رویائے صادقہ کے سوا کچھ اور نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس شخص کو یقین ہو گیا کہ اب جہاز طوفان میں نہیں ڈوبے گا۔ اس شخص نے اس واقعے کا ذکر کئے بغیر جہاز کے تمام مسافروں کو یہ خوشخبری سنا دی کہ جہاز نہیں ڈوبے گا۔ لوگ یہ سمجھے کہ یہ شخص موت کے خوف سے پاگل ہو گیا ہے۔ اور جو کچھ بشارت دے رہا ہے۔ دیوانگی کے سوا کچھ بھی نہیں لیکن دیوانے کی بشارت حرف بہ حرف پوری نکلی اور جہاز طوفان سے بچ نکلا جدے میں داخل ہوتے ہی یہ شخص تلاش کرتا ہوا حرم کعبہ میں داخل ہو گیا

وہاں بہت سارے لوگ موجود تھے یہ ان کے چہروں کو غور سے دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ مالکی مصلے کے قریب ایک شخص کو کھڑے دیکھ کر رک گیا۔ یہ شخص کملی لے کر آگے بڑھا اور کملی کو ان کے قدموں میں ڈال کر بولا "حضرت! اگر میں دھوکا نہیں کھا رہا تو یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ حضرت کا نام نامی اسم گرامی حاجی امداد اللہ ہے۔"

مخاطب کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ سوال کیا "تم نے کس طرح پہچانا؟"

اس شخص نے جواب دیا "آپ سے جہاز میں ملاقات کر چکا ہوں۔ جہاز کے حلیے اور موجودہ حلیے میں صرف اتنا فرق ہے کہ اس وقت آپ تہمد زیب تن فرمائے ہوئے تھے اور اس وقت پاجامے میں ملبوس ہیں۔"

آپ نے اس کا کوئی جواب تو نہ دیا، لیکن کسی اور نے جواب دیا۔ "طغیانی اور پانی کے لیے تہمد ہی مناسب لباس تھا۔ مناسب اور موافق ہواؤں کے حوالے کرنے میں حاجی صاحب کو بڑی محنت کرنا پڑی تھی۔"

یہ کس نے جواب دیا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ ایک آواز تھی جسے کانوں نے تو سن لیا۔ لیکن آنکھیں اس کا چہرہ نہ دیکھ سکیں۔

پچاس سال کی عمر تک حاجی صاحب مجرد ہی رہے پھر اشارت غیبی سے یہ تنبیہہ ملی کہ ایک عارف کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ شادی جیسی سنت نبویہ سے محروم رہے۔ آپ نے اس اشارت غیبی پر بی بی خدیجہ بنت شناعت رام پوری سے نکاح فرمایا۔

آپ چوراسی سال تین ماہ بیس روز زندہ رہے اور ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ بروز شنبہ صبح فجر کی اذان کے وقت اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اور جنت المعلےٰ (مکہ معظمہ) میں مدفون ہوئے۔

شاہ ولی اللہ کی تحریک کیوں ناکام ہوئی، اس کا تجزیہ تو مورخین اسلام کریں گے لیکن ہم تو یہ جانتے ہیں کہ وہ عہد طباعت اور اشاعت کے تیز رفتار اور خوبصورت وسائل سے محروم تھا۔ اور میری ناچیز رائے میں ان کے بعد جن کے سپرد یہ کام ہوا۔ وہ اس نکتے کو کسی طرح فراموش کر گئے کہ ذہنی انقلاب لائے بغیر کوئی بڑا انقلاب برپا نہیں کیا جا سکتا اور انقلابات نیچے سے اوپر کی طرف چلتے ہیں، اوپر سے آمریت یا شہنشاہیت تو ہو سکتی ہے لیکن عوامی، طویل المیعاد اور اکثریت کے لئے فائدہ مند انقلاب عوام کے اعتماد اور تعاون ہی سے لایا جا سکتا ہے۔

خدا نے قرآن پاک کی سورہ ہود میں فرمایا ہے۔

"اگر تم منہ پھیرتے ہو تو پھیر لو، جو پیغام دے کر میں بھیجا گیا تھا وہ میں پہنچا چکا ہوں۔ اب میرا رب تمہاری جگہ دوسری قوم کو اٹھائے گا۔ اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ یقیناً میرا رب ہر چیز پر نگران ہے۔"

اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جس سال حاجی امداد اللہ پیدا ہوئے تھے۔ اسی سال یعنی ۱۸۱۸ء میں ۵ مئی کو مشرقی جرمنی میں دنیا کا بہت بڑا انقلابی مارکس پیدا ہو چکا تھا۔ جب یہ چھ سال کا تھا تو اس کا خاندان اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر عیسائیت میں داخل ہو گیا۔ خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس انقلابی کی خاص حالات اور ماحول میں تعلیم و تربیت ہوتی رہی انتہائی نامساعد حالات میں اس نے انسانی مصائب و آلام میں معاشی اور اقتصادی اسباب اور محرکات کا پتہ چلایا اور اس نے دنیا کو بتایا کہ انسانی تاریخ میں جو سوسائٹی بھی نمودار ہوئی ہے اس کا انحصار ذرائع پیداوار اور دولت کی تقسیم پر رہا ہے۔ کسی سیارے کی تخلیق یا کسی حیوانی نوع کا خاتمہ تاریخ نہیں، نتائج تاریخ ہیں۔"

اس نے ۱۸۶۷ء میں اپنی انقلابی کتاب سرمایہ کی پہلی جلد جرمن زبان میں شائع کی۔ ۱۸۷۰ء میں دوسری جلد شائع کرنے کی کوشش کی لیکن صحت جواب دے رہی تھی۔ اس لئے یہ کام نہیں ہو سکا۔

۱۸۸۱ء میں اس کی ہمدم و ہمساز اور زندگی میں ہر ہر قدم اور ہر ہر حال میں ساتھ دینے والی رفیقۂ حیات چل بسی۔ ۱۴ مارچ ۱۸۸۳ء کو وہ خود بھی چل بسا۔ موت کے بارہ سال بعد اس کے شاگرد اور دوست اینجلز نے اس کی کتاب سرمایہ کو مکمل صورت میں شائع کر دیا۔

یہ اس انقلابی کا ذکر ہے جس کے لئے علامہ اقبال نے فرمایا:

وہ کلیم بے تجلی، وہ مسیح بے صلیب
نیست پیغمبر ولیکن در بغل دارد کتاب
بتاؤں کیا ہے کافر کی نگاہ پردہ سوز
مشرق و مغرب کی قوموں کے لیے روز حساب

مارکس نے اقوام عالم کو لرزہ براندام کر دیا۔ اس نے کسی تکلف اور لحاظ کے بغیر صاف صاف باتیں کیں۔ اس نے کہا۔

"سرمایہ دار اور بورژوا طبقہ حکومت کے لئے اس لئے نااہل ہے کہ وہ اپنے پیدا کردہ غلاموں کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ اور یہ اپنے غلاموں کو روٹی دینے کے بجائے ان سے روٹی حاصل کرتا ہے۔ سماج اب زیادہ دیر تک ان کے وجود کو نہیں برداشت کر سکتا۔ اور سماج کے وجود کے لئے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"سرمایہ داری اپنے ہاتھ سے اپنی قبر کھود رہی ہے۔ وہ اپنے گورکنوں کو خود پیدا کر رہی ہے۔"

"ہم پر یہ الزام ہے کہ ہم ذاتی ملکیت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں، وہ ملکیت جسے انسان اپنی محنت سے حاصل کرتا ہے۔ آپ اس سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں، لیکن آپ اس پر کیوں نہیں غور کرتے کہ آپ کے موجودہ سماج میں نوے فیصد لوگ ذاتی ملکیت سے محروم کر دیے

(باقی ۳۲ پر)

تحقیق: الامام جلال الدین السیوطی ——— ترجمہ وترتیب: زاہد الراشدی

ارشاداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

چہرے کی بشاشت

ابو نعیم اور بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک تم اپنے مالوں کے ساتھ سب لوگوں کو کفایت نہیں کر سکتے۔ لیکن چہرے کی بشاشت اور اچھے اخلاق کے ساتھ سب کو کفایت کر سکتے ہو۔

گمراہ حاکم

ترمذیؒ سند حسن کے ساتھ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اپنی اُمت کے بارے میں گمراہ کرنے والے حاکموں سے خوف محسوس کرتا ہوں۔

آگ کا ٹکڑا

بخاریؒ، ترمذیؒ، مسلمؒ، نسائیؒ اور احمدؒ اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں بھی ایک بشر ہوں تم میرے پاس جھگڑے لیکر آتے ہو اور تم میں سے بعض زبان آور بھی ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے میں اس کی باتیں سن کر، اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ لیکن یاد رکھو میں نے اگر کسی شخص کے حق کا دوسرے کے حق میں فیصلہ کر دیا تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔ اب اس کی مرضی ہے لے یا نہ لے۔

حضورؐ کی سختی

مسلمؒ اور احمدؒ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک میں بھی ایک بشر ہوں۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ پر شرط لگائی ہے کہ میں جس شخص کو سخت سُست کہوں یا سخت زبان استعمال کروں۔ اسے اس کے حق میں زکوٰۃ اور اجر شمار کیا جائے

حضورؐ روحانی باپ

احمدؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ اور ابن حبانؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمہارے لئے باپ کی جگہ ہوں اور تمہیں دین سکھاتا ہوں۔ پس جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے جائے تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرے نہ پشت اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔

اچھی اور بُری مجلس

بخاریؒ اور مسلمؒ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اچھی اور بری مجلس کی مثال ایسی ہے جیسے کستوری بیچنے والا اور آگ کی بھٹی جلانے والا تم اگر کستوری والے کے پاس بیٹھو گے تو وہ یا تو خود کستوری دے گا یا تم اس سے خرید و گے ورنہ کم از کم خوشبو سونگھو گے۔ اسی طرح اگر بھٹی والے کے پاس بیٹھو گے تو وہ تمہارے کپڑے جلائے گا ورنہ کم از کم دھواں تو تم تک ضرور پہنچے گا۔

مزاح کی اجازت

طبرانیؒ سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک میں بھی مزاح کیا کرتا ہوں لیکن بات وہی کہتا ہوں جو حق ہو۔

عورت سے مصافحہ

ترمذیؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ حضرت اُمیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا سے سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔

ظلم پر گواہی

بخاریؒ، مسلمؒ سند صحیح کے ساتھ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔

حدیث کی اشاعت

طبرانیؒ سند حسن کے ساتھ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمہارے سامنے باتیں کرتا ہوں جو تم میں سے یہاں حاضر ہو میری حدیثیں غائب لوگوں تک پہنچادے۔

عورت کا حق

حاکمؒ اور بیہقیؒ سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تم میں دو کمزوروں کے حقوق کے بارے میں حرج محسوس کرتا ہوں (۱) یتیم اور (۲) عورت

ٹخنوں سے اوپر ازار

طبرانیؒ اور بیہقیؒ سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تو اللہ کا بندہ ہے تو اپنی چادر کو (ٹخنوں سے) اوپر اٹھالے۔

یتیم کا کفیل

بخاریؒ ابوداؤدؒ ترمذیؒ اور احمدؒ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے (جیسے دو انگلیاں آپس میں جڑی ہوتی ہیں)

ظالم کی مدد

دارمیؒ اور ابن عساکرؒ سند حسن کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو خواہ مظلوم اگر ظالم ہے تو اسے ظلم سے روکو اور اگر مظلوم ہے، تو اس کی مدد کرو۔

نشہ بالکل منع ہے

نسائیؒ سند صحیح کے ساتھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اس چیز کے تھوڑی مقدار میں استعمال سے بھی منع کرتا ہوں جس کی زیادہ مقدار نشہ دیتی ہو۔

ظالموں کے مددگار

حاکمؒ سند صحیح کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ظلم کرنے والے اور ان کے ساتھی مددگار دوزخ میں جائیں گے۔

امانت کا ضیاع

طبرانیؒ سند حسن کے ساتھ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں سے سب سے پہلے امانت اٹھائی جائے گی۔

سب سے پہلا فیصلہ

نسائیؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اور سب سے پہلے جو فیصلے کئے جائیں گے وہ خون کے بارے میں ہوں گے۔

قرضہ معاف نہیں ہوتا

طبرانیؒ اور حاکمؒ سند صحیح کے ساتھ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے خون کا پہلا قطرہ جب زمین پر گرتا ہے۔ اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔

اچھا اور برا آدمی

احمدؒ ترمذیؒ اور ابن حبانؒ سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جس سے خیر کی امید رکھی جائے اور اس کے شر سے لوگ امن میں ہوں اور تم میں سے بدتر وہ ہے جس سے خیر کی توقع نہ ہو اور نہ اس کے شر سے لوگ امن میں ہوں۔

بہادر کون ہے

طبرانیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ تم میں بڑا بہادر وہ ہے جس نے غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھا۔

عیش پرستی سے بچو

احمدؒ اور بیہقیؒ سند حسن کے ساتھ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عیش پرستی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔

گاہے گاہے باز خواں

بے دینی کا سبب

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مبلغ قرآن مجید کا فرض ہے کہ مسلمانوں کا جو قدم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے خلاف اٹھے اس کی علت اور سبب کو معلوم کرے۔ اور پھر مسلمانوں کو اس برائی کے پیدا کرنے والے سبب کے متعلق اطلاع دے۔ تاکہ جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچانا ہے۔ وہ اس اطلاع کے باعث بچ جائیں اور جنہوں نے سننے کے بعد بھی لاپرواہی کی اور اسی گناہ کے مرتکب ہوتے رہے وہ قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں یہ عذر پیش نہیں کر سکیں گے کہ اے اللہ! ہمیں تو آپ کے اس حکم کا علم نہیں تھا ورنہ ضرور تعمیل کرتے۔ حکم الٰہی کے ایسے طریقے سے پہنچا دینے جس کے بعد طبیعت میں شک و شبہ باقی نہ رہے اسی کا نام شریعت میں اتمامِ حجت ہے۔ اتمامِ حجت کے بعد شریعت کی مخالفت کرنے والے کا کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ اسی لیے جب میں نے دیکھا کہ آج کے دَور میں بے دینی کا دَور دورہ ہے۔ مسلمانوں کا $\frac{9}{10}$ حصّہ بے دین ہے۔ اور $\frac{1}{10}$ بھی بمشکل دیندار ہوگا۔ ورنہ دیندار طبقہ کی نسبت اس سے بھی بہت کم ہے جب میں نے غور کیا تو ایک چیز سمجھ میں آئی کہ جس چیز نے جس قسم کی غذا سے تربیت پائی ہو اس غذا کا اثر اس چیز میں لازمی طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ

نباتات میں بھی یہ قاعدہ جاری ہے

لاہور میں عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ لاہور میں پیدا شدہ سبزی بدمزہ ہوتی ہے اور شہر سے دُور دیہات کی سبزی مزیدار ہوتی ہے اور یہ واقعہ ہے۔ شہر لاہور کی سبزی کے بدمزہ ہونے اور دیہات کی سبزی کے مزیدار ہونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ لاہور کے ہر گلی کوچہ میں پکی نالیاں بنی ہیں جو ہر قسم کے گندے اور بدبودار پانی کو نکال کر باہر لے جاتی ہیں۔ اس گندے بدبودار پانی کی ایک نہر لاہور سے باہر کھیتوں میں جاتی ہے جو سبزی اس بدبودار گندے پانی سے تربیت پاتی ہے وہ اپنی پلید اور بدبودار پانی کی خوراک کے باعث بدمزہ ہوتی ہے گویا وہ کھانے والے کو زبانِ حال سے بتلاتی ہے کہ میری خوراک ناپاک اور گندی تھی اور دیہات میں چونکہ کنوؤں کا نہایت لطیف اور پاک پانی ہوتا ہے۔ وہاں کی سبزی کی خوراک وہ پانی ہوتا ہے، اس لیے وہ زبانِ حال سے بتلاتی ہے کہ میں اس لیے مزیدار ہوں کہ میری خوراک پاک تھی۔

ایک عجیب مثال

تحقیق سے معلوم ہے کہ ہندوستان میں بعض آموں کے شوقین پانی میں دودھ ملا کر آم کی جڑ میں ڈالتے ہیں۔ جب اس آم کو پھل لگتا ہے تو اس میں سے دودھ کی خوشبو آتی ہے۔ گویا کہ آم اپنے کھانے والے کو زبانِ حال سے بتلا رہا ہوتا ہے کہ میری خوراک میں دودھ بھی ڈالا جاتا ہے۔

انسان منہ سے بولتا ہے

حرام کی خوراک سے پرورش یافتہ پودا تو زبانِ حال سے بولتا تھا مگر حرام کی خوراک سے پرورش یافتہ انسان گوشت کی زبان سے بولتا ہے۔

بے دینوں کی بھانت بھانت کی بولیاں

کوئی کہتا ہے مذہب کی

کیا ضرورت ہے۔ مذہب تو انسان کی ترقی کے راستہ میں ایک رکاوٹ ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مذہب طرح طرح کی جکڑبندیوں میں جکڑ دیتا ہے کہ یہ کھاؤ یہ نہ کھاؤ۔ یہ پیو یہ نہ پیو۔ یہ پہنو یہ نہ پہنو۔ فلاں مجلس میں بیٹھو۔ فلاں میں نہ بیٹھو۔ کوئی کہتا ہے کہ نماز کی کیا ضرورت ہے۔ اس طرح اوندھے پڑنے سے کیا ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ زمین پر ٹکریں مارنے سے کیا ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے مولوی بڑے بے ایمان ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

میرے دوستو! مذہب اسلام کے خلاف جتنے بکواس آپ نے سنے ہیں ان سب کا ایک بہت بڑا سبب

مالِ حرام سے پرورش

پاتا ہے۔ جن دنیا داروں کی زندگی کا مقصد ہی دولت کمانا ہو انہیں حلال و حرام کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ جس طرح آج کل سرکاری ملازمین کا حال ہوتا ہے۔ ان میں کوئی شاذ و نادر ہی ایسے اللہ کے بندے ہوں گے جو خدا کے غضب سے ڈرتے ہیں۔ اور اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں۔ رشوت نہیں لیتے۔ میرا یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ساری گمراہ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے گورنمنٹ کے ہر شعبہ میں ایسے ضرور اللہ کے بندے ہوں گے مگر اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کے مظالم سے لوگ بے حد نالاں ہیں۔

سرکاری ملازمین میں حرام خوری کا ایک اور طریقہ

سرکاری ملازمین گورنمنٹ کو اپنے روزانہ کے اوقات میں سے ۶ گھنٹے دیتے ہیں۔ اور گورنمنٹ سے ۶ گھنٹے کا معاوضہ بصورت تنخواہ وصول کرتے ہیں۔ اگر ان ۶ گھنٹوں میں گورنمنٹ کا کام میز پر ہونے کے باوجود آپس میں باتیں کریں یا سگریٹ پیتے رہیں تو روزانہ جتنا وقت انہوں نے کام نہیں کیا اس کی تنخواہ لینی ان کے لیے حرام تھی۔ اب یہ حرام کی تنخواہ بیوی بچوں کو کھلائیں گے تو ان کے خیالات حرام کی طرف زیادہ مائل ہوں گے۔ اور حرام کے کام شوق سے کریں گے اور نیکی کے کاموں سے دُور بھاگیں گے۔ مثلاً نماز پڑھنے کے لیے کہا جائے تو جی چرائیں گے اور سینما دیکھنے کے لیے بڑی خوشی اور شوق سے جائیں گے۔

تجارت پیشہ لوگوں میں حرام خوری

برادرانِ اسلام! میں اکثر عرض کیا کرتا ہوں کہ انسان کو صحیح معنوں میں انسان فقط خوفِ خدا بناتا ہے۔ اگر انسان کے دل میں خوفِ خدا نہ ہو تو اس جیسا ظالم اور شریر اور کوئی جانور خدا نے پیدا نہیں کیا۔ لاہور میں بکثرت ایسی چیزیں بازار میں ملتی ہیں جنہیں دوکاندار کھری کہہ کر گاہک کو دیتا ہے حالانکہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس میں اتنا پانی ہے۔ یہ عام مشہور ہے کہ مرچوں میں سرخ اینٹیں پیس کر ملائی جاتی ہیں۔ لاہور میں کیکر کے چھلکے کو مشین میں باریک پیس کر کے چائے کہہ کر ڈبوں میں بند کر کے بیچی جاتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اکثر چیزوں میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ جتنا حصہ کھوٹی چیز کا کھری چیز میں ملایا جائے گا اور اس کی قیمت کھری کی لی جائے گی اتنی ہی قیمت حرام ہو جائے گی۔ جس تاجر کے بیوی بچوں کے پیٹ میں وہ حرام کا مال جائے گا ان کا بھی وہی حال ہوگا۔ کہ حرام اور گناہ کے کاموں سے محبت اور دلچسپی اور نیکی کے کاموں سے نفرت ہو گی۔

سینما کی رونق

ہر روز سینما میں مردوں اور عورتوں کی ہزارہا کی تعداد میں جمع ہونا یہ دراصل حرام کی خورد و نوش کا نتیجہ ہے حالانکہ سینما والوں کی طرف سے کوئی بلند آواز سے یہ ڈھنڈورا نہیں دیتا کہ سینما میں آؤ۔ بلکہ فقط ایک کاغذ یا کپڑے پہ لکھ کر ریہڑے پر چسپاں کر کے بازار اور گلی کوچوں میں ریہڑی پھرا دی جاتی ہے کہ آج فلاں سینما میں دو گھڑی کی موج یا کسی کے پیار یا شادی کی پہلی رات کا منظر دکھایا جائے گا۔ بس اتنا معلوم ہونے پر ہزارہا کی تعداد میں مرد اور عورتیں شام کو اٹھ دوڑتی ہیں۔ اور نماز کی

اذان موذن بلند سے بلند آواز سے مسجد کی چھت پر کھڑا ہو کر دیتا ہے مگر دولت مند اور سرمایہ دار گھر والوں کے مردوں اور عورتوں کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ یاد الٰہی کے پیچھے آنے میں یہ بے توجہی اور لاپرواہی اسی حرام خوری کا نتیجہ ہے۔ ان حرام خوریوں کا نتیجہ آپ دیکھ چکے ہیں۔ اب

حرام خوروں کی آخرت ملاحظہ ہو!

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لایدخل الجنۃ لحم نبت من السحت وکل لحم نبت من السحت کانت النار اولیٰ بہ۔

(رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: جابرؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہشت میں وہ گوشت نہیں جائے گا جو حرام سے پیدا ہوا اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پیدا ہوگا آگ اس کی زیادہ مستحق ہے

حاصل یہ نکلا کہ جو گوشت حرام کے مال سے بنا ہے وہ دوزخ میں جائے گا یعنی وہ شخص جائے گا جس کے بدن میں وہ گوشت ہوگا۔

اس کا سبب

یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلال چیز پاک ہوتی ہے اور حرام چیز باطن کے نقطۂ نگاہ سے ناپاک ہوتی ہے۔ اگر ایک پاک چیز میں ناپاک کی ملاوٹ ہو جائے تو ایک شریف انسان اسے ہرگز استعمال نہیں کر سکتا۔ مثلاً دودھ کے گھڑے میں ایک تولہ نجاست پڑ جائے یا جنگل میں ایک دیگ پک رہی تھی۔ ایک کوا اس درخت پر آ بیٹھا جس کے نیچے دیگ پک رہی تھی اور اس کے منہ میں ایک تولہ نجاست تھی اس کے منہ سے گری اور دیگ میں پڑ گئی کیا کوئی شریف آدمی اس دیگ میں سے ایک دانہ بھی کھائے گا؟ ہرگز نہیں۔ تو جس انسان کے وجود میں حرام کے مال کا پیدا گوشت ہو اسے اللہ تعالیٰ کس طرح جنت میں داخل فرماتے گا۔

حرام خوروں کی تینوں زندگیاں برباد

۱۔ دنیا میں غافلوں اور کھیل و تماشہ والوں کے ساتھ زندگی ... بسر کی

۲۔ ان کی قبر دوزخ کا گڑھا بنی

۳۔ قیامت کے دن دوزخ میں داخل ہوں گے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہو سکتی ہے کہ آئے اور دوزخ کا ایندھن بن کر دنیا سے رخصت ہوئے

ایک ولی کا ارشاد

حرام مال کھانے سے عبادت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے

در بخوانی بر خمیرش بے عدد
فاتحہ یا قل ہو اللہ احد

اگرچہ اس کے گوندھتے وقت بے شمار مرتبہ تو فاتحہ یا قل ہو اللہ احد پڑھے۔

در بود از شاخ طوبیٰ آتشش
در بود روح الامین ہیزم کشش

اگر یہ طوبیٰ کی لکڑی کی آگ پر روٹی پکائی جائے اگر اس آگ جلانے والا جبرئیل ہو۔

ور تو برخوانی ہزاراں بسملہ
بر سر آں لقمۂ پر ولولہ

اگرچہ تم اس مشکوک لقمے پر کئی ہزار مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔

عاقبت خاصیتش ظاہر شود
نفس زاں لقمہ ترا قاہر شود

آخر اس (حرام کے لقمہ) کی خاصیت ظاہر ہوگی۔ اس لقمہ (کے کھانے سے) تیرا نفس غالب ہو جائے گا۔

در رہ طاعت ترا بے جاں کند
خانۂ دین ترا ویراں کند

عبادت کے حق میں تمہیں مردہ کر دے گا تیرے دین کے گھر کو برباد کر دے گا۔

حاصل یہ نکلا کہ حرام مال کے کھانے سے عبادت کی توفیق سلب ہو جائے گی۔ ہاں نفس تم پر غلبہ پالے گا، اپنی خواہش کے مطابق تمہیں دوڑاتا پھرے گا، جس طرح ریچھ کو قلندر نچاتا ہے اسی طرح تمہیں اپنی خواہش کے مطابق نچائے گا۔ کبھی سینما میں

بے جائے گا تو کبھی غیر محرم عورتوں کے ساتھ ڈانس کرائے گا۔

قرآن مجید میں ایک حرام خور تجارت پیشہ قوم کا عبرتناک انجام

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ۔۔۔۔ فِیْ دِیَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ ۝ (سورہ ہود رکوع ۸ پ ۱۲)

ترجمہ: اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ کہا۔ اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ماپ اور تول کو نہ گھٹاؤ، میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور تم پر ایک گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اور اے میری قوم! انصاف سے ماپ اور تول کو پورا کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ مچاؤ۔ اللہ کا دیا جو باقی بچ رہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا۔ اے شعیب! کیا تیری نماز یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے یا اپنے مالوں میں اپنی خواہش کے مطابق معاملہ نہ کریں۔ بے شک تو بردبار نیک چلن ہے کہا اے میری قوم! دیکھو تو سہی۔ اگر مجھے اپنے رب کی طرف سے سمجھ آ گئی ہے اور اس نے مجھے عمدہ روزی دی ہے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے تمہیں منع کروں میں اس کے خلاف کروں میں تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح ہی چاہتا ہوں اور مجھے تو صرف اللہ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اے میری قوم! کہیں میری ضد سے ایسا جرم نہ کر بیٹھنا کہ جس سے وہی مصیبت آ پڑے جیسی کہ قوم نوحؑ یا قوم ہودؑ یا قوم صالحؑ پر پڑی تھی۔ اور لوطؑ کی قوم بھی تم سے دور نہیں اور اللہ سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب مہربان محبت والا ہے۔ انہوں نے کہا اے شعیب! ہم بہت سی باتیں نہیں سمجھتے جو تم کہتے ہو اور بے شک ہم البتہ تمہیں اپنے میں کمزور پاتے ہیں اور اگر تیری برادری نہ ہوتی تو تجھے ہم سنگسار کر دیتے اور ہماری نظر میں تمہاری کوئی عزت نہیں ہے۔ کہا اے میری قوم! کیا میری برادری کا دباؤ تم پر اللہ سے زیادہ ہے۔ اس کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ بے شک میرا رب تمہارے سب اعمال پر احاطہ کرنے والا ہے۔ اور اے میری [قوم] اپنی جگہ پر کام کئے جاؤ۔ میں بھی کام کرتا ہوں آئندہ معلوم کر لو گے کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے۔ اور [illegible] کون [illegible] ہے اور انتظار کرو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ اور جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے شعیبؑ کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے اپنی رحمت سے بچا لیا۔ اور ان ظالموں کو کڑک نے آ پکڑا۔ پھر صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔

قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ

میں عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ قرآن مجید کے تیس پاروں کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو خالق اور مخلوق دونوں سے تعلق درست رکھنا چاہیے۔ خالق سے بعبادت، اور مخلوق سے بخدمت۔ شعیب علیہ السلام کی قوم دولت کے نشہ میں مخمور ہے اور ان کے تعلقات دونوں طرف کشیدہ ہیں۔ شعیب علیہ السلام ان کے تعلقات دونوں طرف سے درست کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ لوگ ان کی کوئی بات بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہلاک ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حرام خوروں کے لیے

آج کل کے دور میں ہمارے پاکستان میں حرام خوری کی اس قدر کثرت ہے کہ خدا پناہ۔ یہ لوگ یاد رکھیں۔

فون نمبر ٦٧٥٤٥

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ٦٠٧٤

منظور شدہ ا- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹ ۲۱۹۳۲۲ مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری B.C.T ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
محکمہ تعلیم [illegible] ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹/[illegible]-۲۰۷-۹ DDA مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو ۸۹۰۸/۳۰-۱۰۳۱۵ مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۶۷

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللهِ تَبْدِيلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللهِ تَحْوِيلًا ۝ ([illegible] رکوع ۵ پ ۲۲)

ترجمہ: پس تو اللہ کے [illegible] میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔ اور تو اللہ [illegible] میں کوئی تغیر نہیں پائے گا۔

اس [illegible] ایک [illegible] سے اپیل کرتا ہوں کہ [illegible] معاملات میں فریب کاری دھوکہ بازی، بددیانتی [illegible] آ جائیں اور اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے محفوظ سمجھیں۔ [illegible] حضرت کریم [illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہونے کے لحاظ سے ہم پر گزشتہ قوموں کی طرح عذاب نہ آئے۔ کہ ساری کی ساری قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ ہاں اس سے آپ بچ نہیں سکتے کہ بددیانتی اور حرام خوری کے باعث تمہیں دنیا میں انفرادی طور پر طرح طرح کی تکلیفیں پہنچتی رہیں اور بقیہ سزا قبر میں جا کر بھگتیں۔ کہ قبر جہنم کا گڑھا بن جائے۔

دنیاوی اور اخروی تکالیف سے بچنے کے لیے فقط ایک تدبیر

اللہ تعالیٰ کا اعلان ملاحظہ ہو:۔

مَا يَفْعَلُ اللهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝ (النساء رکوع ۲۱ پارہ ۵)

ترجمہ: اللہ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا اگر تم شکرگزار ہو اور ایمان لے آؤ۔ اور اللہ قدردان ہے جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سچے وعدے

جب گزشتہ آیت میں اس نے اعلان فرما دیا ہے کہ اگر تم ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنو یعنی اس کے احکام کی اس کی مرضی کے مطابق تعمیل کرو تو اس کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ تمہیں سزا دے۔

اے موجودہ دور کے بددیانت، فریب کار، دھوکے باز، حرام خور مسلمان۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی حق تلفی نہ کرے تو تیری دنیا بھی سنور جائے اور قبر اور دوزخ کے عذاب سے بھی بچ جائے۔ وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ حضرت حاجی امداد اللہؒ

جا چکے ہیں۔ اور دس فیصد انسان نوے فیصد انسانوں کی محنت پر اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔"

"پرولتاری تحریک اکثریت کی ایک خود شناس اور آزاد تحریک ہے جس کے پیش نظر اکثریت کا مفاد ہے۔ پرولتاریہ اس وقت تک بلند نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ موجودہ سماج کو مٹا دے۔"

دنیا بہت کم اپنے عہد کے بڑے لوگوں کا اس شان اور جوش و خروش سے استقبال کرتی ہے جس کے وہ صحیح معنی میں مستحق اور حقدار ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کا ہندوستان میں انتقال ہوا تو ان کی زندگی میں ان کے مرتبے اور قدر و قیمت کا لوگ صحیح اندازہ نہیں لگا سکے۔ حاجی امداد اللہ نے کام شروع کیا تو لوگ انہیں بھی نہ پہچان سکے۔ دوسری طرف مغربی دنیا تھی، جس کی مشاہیر پرستی اور قدردانی مشہور ہے۔ لندن میں جب مارکس کا انتقال ہوا تو "ٹائمز" کے علاوہ انگلستان کے کسی بھی اخبار نے اس کی موت کی خبر نہیں شائع کی۔ اور ٹائمز نے بھی یہ خبر اپنے کسی مقامی نمائندے کے حوالے سے نہیں چھاپی تھی بلکہ اسے یہ خبر پیرس کے نمائندے نے بھیجی تھی۔ اور اس نے اس خبر کے ساتھ جو مراسلہ بھیجا تھا اس میں لکھا تھا: "میں نے یہ خبر پیرس کے بعض اخبارات میں پڑھی ہے۔"

مولانا عبیداللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ شوکت علی پرنٹر پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔